بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماھنامہ الحق

شوال/ ذیقعد ۱۴۲۳ھ نومبر/ دسمبر ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول

مولانا سمیع الحق

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

صدقہ جاریہ میں شامل ہوکر تاقیامت ثواب دارین حاصل کریں

اپیل

جامعہ میں زیر تعلیم ڈھائی ہزار طلباء کی دینی تعلیم وتربیت میں حصہ لینے کیلئے چرمہائے قربانی یا انکی قیمت' صدقات وعطیات وغیرہ سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ ان مہمانانِ رسول ﷺ کی خدمت اور نصرت آپ کیلئے صدقہ جاریہ بنے گی جو قیامت تک علم دین کی شکل میں جاری وساری رہے گی۔ ملک بھر کی معروف اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ حقانیہ نے امسال بھی قربانی کا معقول انتظام کیا ہے۔ نقدی یا جانور کی صورت میں قربانی کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی کیلئے جامعہ حقانیہ کے دفتر سے رجوع فرمائیں۔ خواہشمند حضرات سے درخواست ہے کہ پہل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فون نمبر : 630341 - 630435 (0923) **فیکس نمبر** : 630922 (0923)

ای میل ایڈریس: haqqania@nsr.pol.com.pk OR haqqania@hotmail.com

الداعی الی الخیر | (مولانا) سمیع الحق مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ____ 38
شمارہ نمبر ____ 2-3
شوال / ذیقعد ۱۴۲۳ھ
نومبر، دسمبر ___ ۲۰۰۲ء

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: امریکی جارحیت کا متوقع نشانہ بدقسمت عراق۔ آہ! قافلہ علم وادب کے آخری

حُدی خواں ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی جدائی .... راشد الحق سمیع حقانی ۲

ڈاکٹر محمد حمید اللہ عالم اسلام کا ایک عظیم محقق و مصنف .... مولانا محمد عیسیٰ منصوری ۷

سلام کے بعد امام کے رخ پھیر کر بیٹھنے کا مسئلہ .... مولانا مفتی صباح الدین ۱۹

ازدواجی تعلقات (تنبیہ الزوجین) .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۳۶

اسلام میں رزق حلال کی فضیلت .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۴۶

سی بی ایس چینل کی دہشت گردی .... ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ۵۸

عصر حاضر میں ثمن عرفی کے لئے معیار نصاب .... مولانا مفتی مختار اللہ حقانی ۶۳

تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۷۱

Computer Operator : BABER HANIF

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر : 630435 , 630340 -(0923)
ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

امریکی جارحیت کا متوقع نشانہ بدقسمت عراق

عالم اسلام کے جسد بیمار کے اعضاء ایک ایک کر کے امریکی قصاب بیدردی سے کاٹ رہا ہے' لیکن پھر بھی اس کی شقاوت اور خونی پیاس بجھنے کا نام نہیں لے رہی اور اس کے داغدار آستین سے اب بھی مظلوم افغانیوں اور عرب مجاہدوں کا خونِ ناحق ٹپک رہا ہے اور اب اس عفریت کا نیا ہدف بیچارہ عراق ہے جس نے ایک طویل عرصے سے اقوام متحدہ کی ناروا پابندیوں کو بھی برداشت کیا اور اس کے نتیجے میں لاکھوں معصوم بچوں کی جانوں کی قربانی بھی پیش کی۔ لیکن اس کی سزا میں کمی پھر بھی نہ ہوسکی اور ایک بار پھر امریکہ نے اقوام متحدہ اور عراق دونوں پر دباؤ ڈال کر وہاں اسلحہ معائنہ کاروں کو بھجوایا ہے۔ یہ معائنہ کار عراق کا چپہ چپہ اور کونہ کونہ چھان رہے ہیں لیکن انہیں وہاں اب تک کوئی بھی کیمیکل یا ایٹمی ہتھیار وغیرہ نہیں ملا اور عراق نے بارہ ہزار صفحات پر مشتمل اسلحہ کا ریکارڈ بھی اقوام متحدہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اور معائنہ کار بھی چیخ چیخ کر بتلا رہے ہیں کہ عراق کے پاس خطرناک قسم کے مہلک ہتھیار نہیں ہیں لیکن امریکہ خود اپنے ہی بھیجے ہوئے معائنہ کاروں کی بھی نہیں مان رہا اور بڑی ڈھٹائی سے عراق کے ڈیتھ وارنٹ جاری کر چکا ہے۔ دنیا بھر اور خصوصاً امریکہ میں ان دنوں صدر بُش کو عراق پر جارحیت نہ کرنے کے حق میں کروڑوں انسان مظاہرے کر رہے ہیں اور دنیا بھر کا یہ مطالبہ ہے کہ تیل کے سوداگر حکمران خون کے بدلے تیل ہمیں فراہم نہ کریں لیکن بش شیطان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور اب صورتحال انتہائی نازک موڑ پر پہنچ گئی ہے۔ خلیج میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے بڑے بڑے تباہ کن اور ہر طرح کے جدید اسلحہ اور جنگی طیاروں سے لیس بحری بیڑے پہنچ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ پڑوسی ''برادر اسلامی ممالک اور خصوصاً کویت اور قطر وغیرہ'' میں بھی امریکہ اپنے جنگی مراکز اور فوجیوں کو تیار کرنے کا حکم دے چکا ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق امریکہ اڑھائی لاکھ افواج کو عراق کے خلاف استعمال کرے گا اور امریکی جرنیل اور سینئر اعلیٰ حکومتی عہدیدار اس بات کا بھی کھلم کھلا بلا کسی خوف و شرم کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہم ایٹمی ہتھیار بھی عراق کے خلاف استعمال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

حالات و واقعات' امریکی انتظامیہ کے تیور اور ان کی تیاریوں سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ کسی بھی وقت عراقی مسلمانوں پر قہر و غضب اور امریکی جارحیت کی قیامت ٹوٹ سکتی ہے اور ہزاروں لاکھوں انسان آہن و بارود میں جھلسا کر دفن کر دیئے جائیں گے۔ اور جنگ کے بعد عراق کی بدقسمت سرزمین پر ایک ایسا مزار معرض

وجود میں آئے گا جس میں مدفون ہونے والوں کی تعداد ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہوسکتی ہے اور آخر میں اس پر عالم اسلام کی طرف سے بطور ہمدردی و تعزیت ایک اور نمائشی کتبہ آویزاں کردیا جائے گا۔ جیسا کہ افغانستان' بوسنیا' اور چیچنیا وغیرہ میں ہوا۔

شمع مزار تھی نہ کوئی سوگوار تھا　　　تم جس پر رورہے تھے یہ کس کا مزار تھا ؟

اب سوال یہ ہے کہ کیا عراق کو ''فتح'' کرنے کے بعد امریکہ کا ایجنڈا پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا؟ اور کیا اس کے اگلے نشانے عالم اسلام کے ممالک نہیں بنیں گے؟ اور کیا اس کی خونی پیاس ہمیشہ کے لئے بجھ جائے گی؟ تو اس مغالطہ میں اب کسی کو نہیں رہنا چاہیے۔ ہم واضح اور صاف طور پر یہ پیشنگوئی لکھ رہے ہیں کہ امریکہ کا اب اگلا ہدف پاکستان' ایران اور سعودی عرب وغیرہ ہوں گے۔ ان کا بھی یہی انجام ہوگا جیسا کہ افغانستان کا ہوا اور عراق کا ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگانے والے اور دہشت گردی کی جنگ میں فرنٹ لائن کا کردار ادا کرنے والے ملک کا انجام اور اس کے ایٹمی اثاثے امریکہ کی ''دہشت گردی'' کے خلاف حالیہ جنگ کے اہم ترین نشانہ ہوں گے۔ اسے دوستی کا بھرپور ''صلہ'' دیا جائے گا۔ یہی طوطا چشم امریکہ کا وطیرہ رہا ہے اور اب بھی امریکہ میں رجسٹریشن کے نام سے پاکستانیوں کے ساتھ جنگی مجرموں جیسا سلوک کیا جارہا ہے۔ ہم موجودہ امریکی حلیف حکمرانوں کو پاکستانیوں کے ساتھ اس ''عزت افزاء اور امتیازی'' سلوک پر انہیں ''مبارکباد'' پیش کرتے ہیں۔ الغرض یہ سارا تانا بانہ اسی مقصد کے لئے بُنا جارہا ہے کہ پاکستان اور عالم اسلام کے اہم ممالک ہمیشہ کے لئے ختم کردیئے جائیں۔

کل ہم نے افغانستان اور آج عراق کی بربادی کا تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ خاکم بدہن کل ہمارا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ اگر ہم نے جرأت مندانہ موقف اختیار نہ کیا اور اپنی خارجہ پالیسی کا ازسرنو جائزہ نہ لیا تو

ع　　　ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

بدقسمت عالم اسلام اب بھیڑوں کا ایک ایسا ریوڑ بن چکا ہے جس کو امریکی درندہ ایک ایک کرکے ہڑپ کررہا ہے اور سارے مسلمان ممالک اس ظلم پر خاموش ہیں۔ اے کاش! کہ اس ذلت' رسوائی' بیچارگی اور غلامی سے تو یہی بہتر تھا کہ ہم دوسرے درجہ کے انسانوں کے بجائے حقیقتاً بھیڑوں کے ریوڑ ہوتے۔ کم سے کم احساس زیاں اور ضمیر کی خلش کے بوجھ سے تو سبک سر ہوتے اور نہ ہماری بزدلی اور بے حمیتی کی مثال دنیا میں باقی رہتی اور نا ہی اس دھرتی پر اپنا کوئی نشان باقی رہتا۔

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

آہ! قافلہ علم وادب کے آخری حُدی خواں

ڈاکٹر محمد حمید اللہ ؒ کی جدائی

آج قلم ایک ایسی تاریخی اور عہد ساز شخصیت کی جدائی کا ماتم کر رہا ہے جو موجودہ علم وتحقیق کی دنیا کا سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔ جس نے اپنی شبانہ روز محنت اور پُر از جہد مثالی زندگی سے علم اور قلم دونوں کی عظمت وتوقیر بڑھا دی۔ اور جس نے عالم اسلام کی بانجھ گود کو اتنا کچھ دیا کہ وہ بہت سے میدانوں میں مستشرقین اور مغرب کے ہم پلہ ہو گیا۔ اور اس فرزند اسلام نے اسلام کی ایک ایسے نازک وقت اور دیار غیر' اور اسلام دشمن طاقتوں کی کمین گاہ (مغرب) میں رہ کر ایسی خدمات سرانجام دیں کہ جس نے صحابہ کرامؓ اور ہمارے اسلافؒ کے کارناموں کی یاد تازہ کر دی۔ اور جس نے اس گئے گزرے دور میں بھی علم وتحقیق کے میدانوں میں اتنی شاندار اور ناقابل فراموش کارنامے سرانجام دیئے جو نہ صرف عالم اسلام بلکہ موجودہ عہد کے لئے بھی باعثِ صد افتخار ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ حضرت ڈاکٹر علامہ محمد حمید اللہ مرحوم کی شخصیت اور کارنامے اگلے وقتوں کے اکابرینؒ اور مصنفین کے ہم پلہ ہیں اور آپ اس سلسلۃ الذھب کی آخری کڑی تھے جن کے دَم خَم سے علم اور درسگاہ کی عظمت قائم و دائم تھی۔ حقیقت میں حضرت ڈاکٹر صاحبؒ اکابرین امتؒ کے قافلہ کے آخری حدی خواں تھے اور ان اکابرینؒ سے جو کام باقی رہ گیا تھا حضرت ڈاکٹر صاحبؒ نے اس کی بھی تکمیل کر لی۔ آپ نے زندگی بھر تن تنہا اسلام اور مشرقی علوم وفنون کی وہ خدمات سرانجام دیں جو حقیقتاً نہ کہ محاورتاً یونیورسٹیوں' تحقیقی اداروں کے بس کا کام نہیں تھا۔ ڈاکٹر علامہ حمید اللہ مرحوم کی ہمہ جہت شخصیت اس ناکارہ طالب علم کے سامنے ہے اور سمجھ میں نہیں آ رہا کہ قارئین کے سامنے ان کے کس کس پہلو اور کس کس کارنامے کا ذکر کروں۔ ان کی مثال تو ایک سمندر کی سی ہے اور سمندر کی لہریں کوئی نہ گن سکتا اور نہ ہی اس کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

ع سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

حضرت ڈاکٹر صاحبؒ میرے محدود علم کے مطابق موجودہ وقت میں عالم اسلام کے واحد ایسی امتیازی شخصیت تھے جنہیں مشرق اور عالم اسلام کے علاوہ مغرب اور امریکہ بھی عزت ووقار کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے' اور مغرب انکی باکمال شخصیت اور ناقابل فراموش کارناموں کا نہ صرف مداح تھا بلکہ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ مغرب اور انکی تعلیمی وتحقیقی اداروں کیلئے قابل رشک بھی تھے۔ آپ ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو حیدر آباد (دکن) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں پر حاصل کی اور جامعہ عثمانیہ سے ایم اے ایل ایل بی کیا۔ دوران تعلیم کبھی غیر حاضری نہ کی' صرف ایک دن تاخیر سے کلاس پہنچے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ والدہ کی تدفین کی وجہ سے آنے میں تاخیر ہوئی۔ اس قدر علم میں انہماک کی مثال سے ہماری ماضی قریب کی تاریخ قاصر ہے۔ ساری عمر تعلیم وتعلم اور خصوصاً عہد شباب کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس حصول علم اور مطالعہ' تحقیق وتصنیف میں گزارا۔ وہ ہمارے عہد کے حضرت قتادہؒ تھے جو کھانے پینے اور

انسانی فطرت کے حوائج طبعیہ وغیرہ کے اوقات کے ضائع ہونے پر بھی تاسف کیا کرتے تھے۔

اولیک آبائی فجئنی بمثلھم　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

آپ نے مشرق کے علمی میخانوں کو نچوڑنے کے بعد مغرب کے علمی و تحقیقی میکدوں کا رخ تشنگی کے ساتھ کیا اور وہاں سے مزید اپنی علمی پیاس بجھائی۔ آپ عہد شباب سے لےکر آخر تک یورپ میں اس شان سے زندگی گزار گئے کہ اس وسیع الظرف انسان کو مغربی علوم کی مے نہ تو اپنی جگہ سے لڑکھڑا سکی اور نہ ہی ان پر وہاں کی رنگین اور چکا چوند والی زندگی کوئی اپنا رنگ جما سکی۔ گو کہ اس سلسلے میں حضرت علامہ اقبالؒ کی مثال بھی ہمارے سامنے موجود ہے لیکن حضرت علامہ کے اسلامی افکار و عقائد تو آخر دم تک قائم و دائم رہے لیکن ان کی بود و باش' شکل و صورت اور دیگر کئی امور میں مغرب کی کوئی نہ کوئی جھلک پائی جاتی تھی لیکن حضرت ڈاکٹر علامہ حمید اللہ صاحبؒ تو یورپ میں رہ کر بھی (دنیا والوں کی نظر میں) ''کھٹ ملا'' رہے۔ آپ کے افکار و نظریات' شکل و صورت' عادات و اطوار' اور آپ میں عاجزی و انکساری اس حد تک تھی کہ آپ پر یہ گمان ہوتا تھا کہ آپ صرف ایک گاؤں کے سادہ امام مسجد ہیں اور جدید علوم و فنون اور مغرب و یورپ اور مدرسہ' یونیورسٹی اور جدید عصر حاضر سے آپ بالکل بیگانے رہے ہیں۔ اسے کہتے ہیں کہ سمندر میں رہ کر بھی دامن کو ترِ دامنی سے بچایا جا سکتا ہے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد سے ایم اے۔ ایل۔ بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اس کے علاوہ جرمنی کی معروف بون یونیورسٹی سے اسلام کے بین الاقوامی قانون پر ڈی۔ فل کی ڈگری حاصل کی اور پھر پیرس کی سوربون یونیورسٹی سے عہد نبوی' اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارتکاری کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹر آف لٹریس کی سند حاصل کی۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد' جرمنی اور فرانس کی متعدد یونیورسیٹوں میں مستقل تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کی اہم جامعات میں آپ لیکچرز بھی دیتے رہے۔ آپ کو عربی' اردو' انگلش' فرینچ' ترکی' فارسی' جرمن' اطالوی زبانوں پر نہ صرف کامل عبور حاصل تھا بلکہ ان تمام زبانوں میں آپ نے کئی ضخیم کتابیں بھی تصنیف کیں۔ اور کئی اہم اسلامی کتابوں کے تراجم بھی لکھے۔ آپ تقریباً ڈیڑھ سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کا ایک بڑا علمی کارنامہ فرینچ زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔ جو تقریباً چھ لاکھ سے زائد کی تعداد میں اب تک شائع اور تقسیم ہو چکا ہے۔ اسی طرح آپ نے فرانسیسی زبان میں بھی سیرت نبویؐ پر دو جلدوں پر محیط عظیم تصنیف کی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہزاروں فرانسیسیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کو قبول کیا' جو آپ کی شخصیت کا ایک اور نمایاں پہلو اور کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت امام بخاریؒ کے مجموعہ احادیث ''الجامع الصحیح'' کا مکمل اعشاریہ بھی مرتب کیا' جو ایک بہت بڑی علمی خدمت ہے۔ آپ نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ' مولانا ظفر احمد انصاریؒ وغیرہ کے ہمراہ پاکستان کے آئین کیلئے نہ صرف بنیادی مواد فراہم کیا بلکہ علماء کے بائیس نکات اور نظام تعلیم کے سلسلے میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں اور اس کے علاوہ آپ فرانس کے نیشنل سینٹر آف سائنٹفک ریسرچ سے بھی بیس سال تک وابستہ رہے اور وہاں پر بے شمار خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دنیا کے معروف و مشہور

مختلف علمی جرائد اور رسائل میں بھی ایک ہزار سے زائد علمی و تحقیقی مقالات شائع کرائے۔ الحمدللہ یہ بات باعث افتخار ہے کہ ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے اکثر مضامین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک کو ارسال کئے۔ اور اس کا ایک بڑا حصہ الحق کی جلدوں میں محفوظ ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ ان کا بڑا گہرا تعلق رہا اور مختلف موضوعات پر آپ متعدد خطوط مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے نام ارسال کرتے رہے۔ (ان کا یہ قیمتی اثاثہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ آئندہ شمارے میں اسے شائع کیا جائیگا) حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کے نام کارناموں اور انکے علمی مضامین سے تو بچپن ہی سے شناسائی تھی اور حضرت والد صاحب مدظلہ کیساتھ ان کا تعلق بھی بڑا گہرا تھا۔ یوں انہیں دیکھنے اور استفادہ کرنے کی تمنا ہمیشہ رہی پھر اتفاق سے 1996ء میں جب پیرس جانا ہوا تو دل میں ان سے ملاقات کی تمنا ہر ایک چیز پر زیادہ غالب تھی۔ لیکن تلاش بسیار کے باوجود بدقسمتی سے ان سے ملاقات نہ ہوسکی اور ابھی اگست 2002ء میں دوبارہ پیرس جانا ہوا تو پھر اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کرنی چاہی تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحبؒ کافی عرصے سے امریکہ (فلوریڈا) منتقل ہوگئے ہیں۔ سو ان سے نہ ملنے کی یہ حسرت بھی دل میں چبھ کر رہ گئی۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۹۴ سال کی عمر میں ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء سوا گیارہ بجے دن کے امریکہ کی ریاست فلوریڈا میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ یا ایتها النفس المطمئة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة

فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (الآیة)

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان کی وفات پر نہ تو پاکستان میں اور نہ ہی عالم اسلام میں کسی قسم کی بڑی تعزیتی تقریب منعقد ہوئی اور نہ ہی الیکٹرانک میڈیا پر اس عظیم شخصیت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئیں۔ اور نہ حکومت پاکستان نے اس پر کسی قسم کا اظہار تاسف کیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان بے حسی اور ناقدری کے کون سے سمندر میں غرقاب ہے۔ انا للہ و انا الیه راجعون۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے انتقال کے بعد حضرت ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کی جدائی امت مسلمہ کیلئے یہ دوسرا بڑا عظیم سانحہ ہے اور اسکی کوئی بھی تلافی اب ممکن نظر نہیں آتی۔ چارسُو اندھیرا ہی اندھیرا ہے‘ یورپ اور امریکہ سے پورا عالم اسلام ہر میدان میں صدیوں پیچھے ہے صرف علم و تحقیق کی دنیا میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم ہی انکے ہمسر تھے اور امت کیلئے چراغ شب اور دلیل سحر تھے سو اب وہ بھی خموش ہے۔ غالباً اب وہ صف دست قدرت نے لپیٹ دی ہے جس پہ یہ قدسی صفات اکابرینؒ جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔ معلوم نہیں کہ وہ پاک اور باکمال خمیر جن سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ جیسے اکابرین امتؒ تیار ہوتے تھے۔ اب آئندہ کیلئے بچا بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر خوش قسمتی سے بچا بھی ہے تو اس وقت کے پیر مغاں کے سامنے اس گئے گزرے دور میں تشنگان علم و فضل کا ہجوم اب کہاں سے آئیگا؟

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ مے کش رہے باقی نہ مے خانے رہے
رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے
آج ہے خاموش وہ دشتِ جنون پرور جہاں
رقص میں لیلیٰ رہی لیلیٰ کے دیوانے رہے

اقبالؒ

حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری *

ڈاکٹر محمد حمید اللہ
عالم اسلام کا ایک عظیم محقق و مصنف

ابتدائی تعلیم:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹ فروری ۱۹۰۸ء کو حیدرآباد (دکن) بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل بھی اسی سرزمین میں طے کئے۔ حیدرآباد اس وقت اہل علم، مرکز اور علوم اسلامیہ کا گہوارہ تھا سلطنت مغلیہ کے سقوط اور انگریزوں کے تسلط کے بعد بچی کچی نیم مختار مسلم ریاستوں میں حیدرآباد ہندوستان کی سب سے بڑی مسلم ریاست تھی جس کی آبادی اور رقبہ تقریباً موجودہ پاکستان کے برابر تھا سلطنت آصفیہ حیدرآباد کے اہل علم وفن کی قدرشناسی کی وجہ سے برصغیر کے بیشتر صاحبِ علم وفن کا ملجیٰ و ماؤی اور غلام ہندوستان میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور علم و فکر کا سب سے بڑا گہوارہ بن گئی تھی آپ نے اعلیٰ تعلیم کے مراحل بھی حیدرآباد میں واقع برصغیر کی سب سے بڑی اور پہلی اردو یونیورسٹی جامعہ عثمانیہ میں طے کئے اس وقت وہاں خوش قسمتی سے برصغیر کے اساطین علم وفن کی بڑی تعداد جمع ہوگئی تھی جن میں خاص طور سے مولانا مناظر حسن گیلانی جو حضرت شیخ الہند کے تربیت یافتہ اور خاص شاگرد تھے، اور مولانا عبدالباری ندوی جن کے بارے میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے کہا تھا کہ کسی ہاتھ پر کوئی فلسفی مسلمان ہوتا ہے مگر عبدالباری کے ہاتھ پر فلسفہ مسلمان ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا حصولِ علم میں انہماک و یکسوئی کا یہ عالم تھا کہ نہ کبھی غیر حاضر رہے اور نہ جماعت و کلاس میں دیر سے پہونچے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ سے ایم اے، ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں، لیکن علم کی تشنگی اور تحقیق و جستجو کا ذوق روز افزوں تھا۔ چنانچہ اعلیٰ تعلیم و ریسرچ کے لئے یورپ کا رخ کیا۔ آپ عثمانیہ یونیورسٹی میں بنیادی طور پر بین الاقوامی قانون International Law کے طالب علم رہے ہیں۔ اسی موضوع پر آپ نے ۱۹۳۲ء میں پیرس کی مشہور زمانہ یونیورسٹی سوربون سے ڈاکٹریٹ کیا۔ اسلام کے بین الاقوامی قانون کے مطالعہ اور خاص طور پر امام محمد بن حسن شیبانی (جو امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد اور جانشین اور آپ کے علم و فقہ کے ناقل و پھیلانے والے ہیں دوسری صدی ہجری میں

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، لندن

سب سے زیادہ فقہی تصنیفات امام محمدؒ ہی کی ہیں فقہ حنفی میں آپ کی مشہور کتب المبسوط' الجامع الکبیر' الزیادات' الجامع الصغیر وغیرہ ہی سے ماخوذ ہے) کی کتاب السیر الکبیر نے ڈاکٹر صاحب کو عربی علوم خاص طور پر قانون اسلامی متخصص (expert) بنادیا۔ امام محمدؒ کی یہ کتاب السید الکبیر جو دنیا میں بین الاقوامی قانون کی پہلی کتاب مانی جاتی ہے' اس سے ایک سال پہلے ۱۹۳۱ء میں آپ بون یونیورسٹی (جرمنی) سے اسلام کے بین الاقوامی قانون پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی فل کی ڈگری حاصل کر چکے تھے۔

<u>ڈاکٹر صاحب کے چند امتیازی اوصاف:</u> ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب' عالم اسلام کی منفرد شخصیت اور عظیم سکالر ہیں۔ جنہوں نے گزشتہ صدی میں اس قدر متنوع اور وسیع علمی خدمات انجام دی ہیں۔ اس میں کوئی دوسرا عالم و محقق آپ کا شریک و ہمعصر نظر نہیں آتا۔ قرآن' حدیث' فقہ' تاریخ' سیرت' ادب' تقابل ادیان اور انٹرنیشنل لاء وغیرہ وغیرہ موضوعات پر گرانقدر و بیش قیمت کتابیں لکھیں۔ موضوعات کے تنوع کے اس امتیازی شان کے علاوہ موصوف کا دوسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ نے بیک وقت اردو' انگریزی' فرانسیسی' جرمنی' فارسی' اور ترکی چھ زبانوں میں لکھا۔ اس کے علاوہ آپ یورپ کی متعدد زبانیں بھی جانتے ہیں۔ یقیناً ہفت زبان عالم محقق ہیں جو روانی سے دنیا کی ۷۔۸ بڑی زبانیں لکھ بول سکتے ہیں۔ آپ کا تیسرا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے فرانسیسی زبان میں قرآں کا ترجمہ و تفسیر اور سیرت نبویؐ پر جامع کتاب لکھی جو اس قدر مقبول ہوئیں کہ لاکھوں کی تعداد میں طبع ہوئیں۔ آپ کا چوتھا بڑا امتیاز یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ پر بے شمار لوگ مسلمان ہوئے' تقریباً پچاس سال اس طرح گزارے کہ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر دو چار آدمی مسلمان نہ ہوئے ہوں۔ ان مسلمان ہونے والوں میں فرانس کے بڑے بڑے اسکالر اور دانشور قسم کے لوگ شامل ہیں جیسے فرانس کا نامور محقق و اسکالر بکائی جنہوں نے بائبل' قرآن اور سائنس جیسی شہرہ آفاق کتاب لکھی۔ ایک اندازے کے مطابق ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ پر تقریباً 30 ہزار فرانسیسی مسلمان ہوئے۔

<u>آپ کی تصانیف اور علمی تحقیقات پر ایک نظر:</u> ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کا شمار بیسویں صدی کے کثیر التصانیف محقق' علماً میں ہے' آپ کی زندگی کے ستر سال مطالعہ' تحقیق' اور تصنیف و تالیف میں گزرے۔ آپ کے قلم سے 100 کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں اور ایک 1000 ہزار کے قریب گرانقدر علمی و تحقیقی مقالات نکلے۔ بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی میں پورے عالم اسلام میں اتنا وسیع' علمی' و تحقیقی کام اور کسی کے قلم سے نہیں ہوا۔ آپ کے قلم سے نکلی ہوئی ہر کتاب و مضمون ریفرنس و حوالہ کا کام دیتا ہے۔ آپ کی ایک ایک کتاب و مقالہ سے متعدد کتابیں تیار ہو سکتی ہیں' آپ کی تصانیف کی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں الفاظ کی بھرمار اور پھیلاؤ کی بجائے ٹھوس علمی' تحقیقات اور مغز ہی مغز ہے۔ ہم مختصر طور پر آپ کی چند گرانقدر تصانیف کا جائزہ لیتے ہیں۔

الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی و الخلافۃ الراشدۃ: یعنی عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ کی سیاسی دستاویز' یہ کتاب ڈاکٹر صاحب کی تصانیف میں سب سے اہم اور علمی تحقیق کا شاہکار ہے۔ اور عالم عرب میں انتہائی مقبول ہے۔ اس کے متعدد ایڈیشن مصر و بیروت سے چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب دنیا بھر کے علمی حلقوں میں حوالہ (Reference) کی کتاب مانی جاتی ہے' اگر چہ اس موضوع پر پہلے بھی ہندوستان و عالم عرب میں متعدد لوگوں نے قلم اٹھایا مگر ڈاکٹر صاحب کی کتاب اپنی جامعیت' حسن ترتیب اور تحقیق کے اعتبار سے سب پر فائق اور عظیم علمی دستاویز ہے۔ یہ وہی موضوع ہے جس پر آپ نے پیرس کی مشہور زمانہ یونیورسٹی سوربون سے ڈاکٹریٹ کیا تھا اس تحقیق و علمی دستاویز کا نقش اول نبویؐ دستاویز' فرنچ ترجمہ کے ساتھ ۱۹۳۵ء میں پیرس سے دو جلدوں میں شائع ہوا تھا

عہد نبویؐ کے میدان جنگ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۳۹ء میں فرانسیسی میں چھپی تھی' اس کا اردو ترجمہ خود ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے قلم سے ۱۹۴۰ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے خود دور نبوی کے غزوات و جنگوں کے موقع و میدان (بدر' احد' حنین' تبوک) وغیرہ جا کر پوری تحقیق سے ان مقامات کے نقشے اور فوٹو تیار کروا کر اس میں شامل کئے۔ جس سے علی وجہ البصیرت سرور عالم ﷺ کی عسکری حکمت عملی و بصیرت کا سکہ دل و دماغ پر نقش ہو جاتا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں جن علماء' مصنفین نے اس موضوع پر لکھا ہے' انہوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا' خاص طور پر سے جنگ کے نقشے اسی کتاب کے حوالے سے نقل کئے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر نہایت جامع اور تحقیقات سے پُر ہے۔

صحیفہ ہمام بن منبہ: ڈاکٹر صاحب کے ذریعہ علم حدیث کی نہایت وقیع خدمت انجام پائی وہ یہ کہ مشہور راوی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد رشید اور مشہور تابعی و محدث حضرت ہمام بن منبہ' (وفات ۱۳۰ھ) کا مشہور مجموعہ احادیث جو دور صحابہ میں مرتب ہوا تھا' آپ نے برلن (جرمنی) میں دریافت فرما کر ایسے جدید اسلوب تدوین کے مطابق مرتب کر کے شائع کیا۔ اسی طرح امام بخاری کا مشہور مجموعہ احادیث الجامع الصحیح البخاری کا مکمل اشاریہ مرتب فرمایا۔ جو نہایت پیچیدہ اور دشوار کام ہے۔ یہ طبع ہو جائے تو علم حدیث کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے علمی و تحقیقی ذوق کی بدولت کتنی ہی قدیم کتابیں اور ماخذ آپ کی تحقیق سے زندہ ہو گئے۔ جن میں خاص طور پر تیسری صدی ھجری کے مشہور مورخ البلاذری کی کتاب انساب الاشراف کی پہلی جلد ہے۔ جو سیرت نبویؐ پر نہایت اہم ماخذ ہے۔ اس کتاب کی چوتھی اور پانچویں جلد کا کچھ حصہ ایک یہودی مستشرق گوئین القدس (یروشلم) سے شائع کر چکا تھا۔ سیرت نبویؐ کے موضوع پر ایک دوسری نہایت اہم دستاویز اور بنیادی کتاب مشہور مورخ ابن اسحاق کی المبتداء المبعث والمغازی ہے۔ جسے ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی ذوق نے مراکش کے قدیم شہر فاس کی جامع قرویین کے کتب خانے سے تلاش کر کے شائع کیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی سیرت کے موضوع پر نہایت اہم خدمت ہے۔ جسے خاص طور پر

عرب علماء نے سراہا۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب نے فرانسیسی اور انگریزی زبان میں محمد رسول اللہ ﷺ نام سے سیرت پر نہایت جامع و مستند کتاب دو جلدوں میں لکھی جس کے بیسیوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور بہت مقبول ہوئی۔ نیز ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کی بدولت قدیم مخطوطات سے ایک اہم کتاب یعنی علم نباتات پر تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ ادیب و محقق ابوحنیفہ الدینوری کی النباتات کی ایک جلد ایڈٹ کی اس کتاب کی تیسری اور پانچویں جلد کا کچھ حصہ ایک جرمن مستشرق برنہارڈ ویون' ایڈٹ کر چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کردہ یہ دوسری جلد ۱۹۹۳ء میں کراچی کے مدینۃ الحکمۃ نے شائع کی یہ کتاب نباتات کے علاوہ قدیم عربی ادب کی بھی نہایت اہم کتاب ہے کہ اسمیں عربی کے سینکڑوں اشعار پائے جاتے ہیں۔

<u>فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ وتفسیر:</u> آپ کا سب سے عظیم کارنامہ فرانسیسی زبان میں قرآن حکیم کا نہایت مستند ترجمہ وتفسیر لکھنا ہے جو بے حد مقبول ہوا ہے اور بے شمار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ آج سے تقریباً بیس سال پہلے ۱۹۸۲ء میں ڈاکٹر صاحب اس کے بیسوں ایڈیشن کی پروف ریڈنگ نظر ثانی کر رہے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر ایڈیشن کو جدید تحقیقی اور عصری علوم سے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس پر نظر ثانی کرنے کے بعد طباعت کے لئے پریس کو دیتے' اس کا ہر ایڈیشن دس سے بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔ خدمت قرآں کے سلسلہ میں آپ نے تقریبا پینتیس برس پہلے تراجم قرآن حکیم کی بائیبلوگرافی' القرآن فی کل لسان' مرتب کی تھی' جس میں دنیا بھر کی ایک سو بیس زبانوں میں قرآں حکیم کے تراجم کا تذکرہ اور بطور نمونہ سورۂ فاتحہ کے تراجم درج ہیں۔

اس سے آپ کے علمی ذوق وشوق اور ان تھک محنت کا پتہ چلتا ہے زندگی کے اخیر تک تراجم قرآن کے مکمل نسخے جمع کرنے کی مہم جاری رہی۔ کاش یہ زیور طبع سے آراستہ ہو جائے تو عجائب روزگار کتاب ہوگی۔ دیگر اہم تصانیف میں آپ کی مرتب کردہ السیر والکبیر کی چار جلدیں ترکی زبان میں بھی چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح عہد نبوی ؐ کا نظام حکمرانی 'رسول اکرم ؐ کی سیاسی زندگی' اسلامی اصول و قانون اور نظریہ دستور کا ارتقاء' امام ابوحنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی' عہد نبوی ؐ کا نظام تعلیم' سلطان ٹیپو اور اردو کی ترقی' یورپ میں ادبی نشاۃ ثانیہ' سلطنت مسقط وعمان' مشرق میں انقلاب کے لئے روسی تدابیر' سرور کائنات ؐ کی حکومت غرض ڈاکٹر صاحب کے قلمی گوہر پارے سو سے زیادہ کتابیں دنیا کی مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ نیز آپ نے علامہ اقبال کی بال جبریل اور خطابت کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ اسی طرح دنیا کے مختلف بین الاقوامی جرائد اور مختلف زبانوں میں ۱۹۹۲ء تک آپ کے ۹۲۱ مقالات شائع ہو چکے ہیں' آپ کی بعض کتابوں اور مضامین کا ترجمہ چینی اور جاپانی زبانوں میں بھی ہوا ہے۔

<u>ڈاکٹر صاحب کا اسلوب تحریر:</u> ڈاکٹر صاحب کا طرز تحریر نہایت شگفتہ' شستہ' پر وقار اور ادبی ہے' آپ مناظرانہ و جارحانہ انداز کبھی اختیار نہیں فرماتے' بلکہ قدیم و جدید ماخذ کے تحقیقی و تقابلی مطالعہ کے بعد اپنے نتائج فکر

نہایت محتاط مثبت اور علمی طریقے سے پیش کر دیتے ہیں چنانچہ آپ کی تحریر کا یہ سائنٹیفک اور استدلال و استنباط مجتہدانہ اسلوب جدید دور کے سنجیدہ علمی فرق کو بہت متاثر کرتا ہے، خاص طور پر مغرب کے دانشوروں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت مفید ہے۔ آپ کے اسلوب تحریر کے متعلق مدیر تکبیر جناب صلاح الدین شہیدؒ لکھتے ہیں یہ طالب علم اور معلم دونوں حیثیتوں سے ڈاکٹر صاحب کی پوری زندگی یورپ (جرمنی، فرانس) میں گزری لیکن ان کی فکر و تحریر پر مغربی فکر و تہذیب کا کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر نہیں آتا وہ دیوبند، ندوہ جیسی دینی درسگاہ کے فاضل استاد کا سا اسلوب نگارش رکھتے ہیں۔ جس میں اساسیات دین پر گہرے اعتقاد کا رنگ غالب ہوتا ہے۔ وہ جدید ترین دنیا کے شہری اس کے علوم کے شناور اور اس کے انتہائی ترقی یافتہ باشندوں کے استاد ہیں مگر اپنی فکر اور اپنی تحریر کے لحاظ سے وہ علماء سلف اور متقدمین میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ آپ کی اسلامی فکر اور مشرقی تہذیب یورپ میں ساٹھ سال رہائش کے باوجود ذرا متاثر نہ ہوئی بلکہ اس نے الٹا اہل یورپ کو متاثر کیا اور ہزار ہا افراد کو اسلام کی آغوش میں پہنچا دیا۔ (ہفت روزہ تکبیر فروری ۹۲)

کامل یکسوئی کے ساتھ علمی و تحقیقی خدمات: ڈاکٹر صاحب کے قلم سے جس قدر وسیع پیمانے پر علمی و تحقیقی کام ہوا وہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ، علم کے لئے وقف کر دے۔ چنانچہ آپ نے جس یکسوئی اور انہماک کے ساتھ علمی کام کیا اس کی نظر شاید عہد سلف ہی میں کوئی ملے تو ملے۔ انہیں بجا طور پر ابن علم، علم و تحقیق کا فرزند کہا جا سکتا ہے ہفت روزہ تکبیر کے مدیر جناب صلاح الدین شہید لکھتے ہیں:

کسی کے اعلیٰ نصب العین یا مشن کے لئے زندگی کا ایک ایک لمحہ وقف کر دینے کی بات محاورۃً سنی تھی لیکن اس کا کوئی عملی نمونہ دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا، نامور زعماء اور اکابرین کی زندگی کا کچھ نہ کچھ وقت اہل خانہ، اعزاء دوست احباب اور مختلف نوعیت کی معاشرتی تقریبات کی نذر ہو جاتا ہے اور اجتماعی زندگی میں ایسا ہونا ناگزیر ہے لیکن پیرس کے سفر میں اسلام کے ایک ایسا خادم کو دیکھنے کا موقع ملا جس کی زندگی مختصر نیند اور ضروری حاجات کے سوا پوری کی پوری اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ اس میں نہ بیوی بچوں کا کوئی دخل ہے، نہ کسی ملازم و رفیق کی کوئی گنجائش نہ اعزہ، دوست احباب یا تقریبات کا کوئی جھمیلا، حتیٰ کہ ٹیلیفون تک کی کوئی جھنجھٹ نہیں۔ وقت کا ہر لمحہ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام (اور علم و تحقیق) کے لئے وقف ہے اور اس میں ایسا انہماک اور تسلسل ہے کہ دم لینے کی مہلت نہیں، بس یہ فکر ہے کہ ۸۴ سال کی عمر ہو چکی ہے کہیں فرشتہ اجل نے آدبوچا، اپنے رب کا سامنا ہوا اور اس نے پوچھا کہ میں نے جو نعمتِ دین تمہیں عطا کی تھی اسے دوسروں تک پہنچانے کے لئے تم نے کیا کیا تو میں وہاں کیا منہ دکھاؤں گا، ندامت و شرمندگی سے بچنے کے لئے کچھ تو زادِ راہ ساتھ لے لوں باقی سہارا اس کے عفو و درگزر اور عطا و بخشش کا مل جائے گا۔ (ہفت روزہ تکبیر ۶ فروری ۱۹۹۲)

فرانس کی ہجرت اور پیرس میں مستقل قیام: ڈاکٹر صاحب ۱۹۳۲ء میں اسلام کے بین الاقوامی قانون پر

بون یونیورسٹی (جرمنی) سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری اور اس کے اگلے سال سوربون یونیورسٹی پیرس سے ڈپلومیسی کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کے بعد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد میں پڑھانے لگے۔ ۱۹۴۸ء میں سقوط حیدرآباد کے بعد وہاں رہنا مشکل ہوگیا، ہجرت فرما کر پیرس چلے آئے اس وقت ۱۹۴۸ء سے پیرس میں اس کمرے میں رہائش پذیر رہے۔ جہاں طالب علمی کے زمانہ میں رہے تھے اور یہاں ایک تحقیقاتی ادارے سے وابستہ ہوگئے، آپ کے پاس تاحیات کسی ملک کا پاسپورٹ نہیں تھا، حکومت فرانس نے آپ کی مہاجرت کی ایک سند جاری کردی تھی، وہی ان کا پاسپورٹ تھا اسی پر بیرون ملک سفر کرتے گویا کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی شہریت آفاقی تھی۔ آپ نے پیرس کے محلے ویوتانوں کے مکان نمبر ۱۰۴ کی چوتھی منزل پر ٹھکانہ بنالیا تھا، جس میں لفٹ تک نہیں تھی کمرہ تک پہنچنے کے لئے اسی (۸۰) کے قریب سیڑھیاں چڑھنی پڑتی تھیں، جب کبھی جانا ہوا، خیال آتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب پیرانہ سالی میں بار بار کس طرح اترتے چڑھتے ہوں گے، مگر وہاں زندگی زہد و مجاہدہ سے عبارت تھی جب ڈاکٹر صاحب کے ساتھ جانا ہوا وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ سب کے سانس پھولے ہوئے، قدم بھاری مگر ڈاکٹر صاحب پر تعب کا ذرا اثر نہیں، ہشاش بشاش، یہ ایک درمیانی سائز کا کمرہ تھا، ان کے کمرے میں جاکر محسوس ہوتا گویا کتابوں کے کسی گودام میں آگئے ہوں، ایک بوسیدہ صوفہ، فائلوں اور کتابوں سے لدی ہوئی ایک پرانی میز اسٹیل کی، تین چھوٹی چھوٹی کرسیاں، کتابوں کے بڑے بڑے بکسوں اور کریٹوں کے درمیان جمی ہوئی بلکہ پھنسی ہوئی ان پر بیٹھنے سے قبل انہیں کتابوں اور فائلوں کے بوجھ سے آزاد کرانا ضروری تھا۔

<u>مستقل قیام کے لئے فرانس کو ترجیح دینے کی وجہ:</u> ایک مرتبہ ایک سوال کے جواب میں فرانس میں قیام کو ترجیح دینے کی وجہ بیان فرمائی کہ ایسے علمی اور تحقیقی ادارے اور کہیں نہیں ہیں۔ یہاں اسی (۸۰) لاکھ اور ایک کروڑ کتابوں پر مشتمل ایسی متعدد لائبریاں موجود ہیں جن میں موضوع کے متعلق ہر زبان میں کتابیں یکجا مل جاتی ہیں۔ مشہور لائبریری السنۃ الشرقیہ، میں تیس لاکھ کتابیں موجود ہیں، اور یہاں کا ماحول نسبتاً زیادہ پرسکون اور علمی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے کہنے کے مطابق اگرچہ فرانس میں اسلام دشمنی کا جذبہ بہت شدید ہے۔ الجزائر میں جو کچھ ہوا (اور اب بھی جو کچھ ہورہا ہے) وہ اس کا واضح ثبوت ہے، لیکن اس کے باوجود صرف پیرس میں ایک لاکھ کے قریب فرانسیسی مسلمان ہوچکے ہیں۔ اسلام قبول کرنے والے فرانسیسیوں کا یومیہ اوسط ۸ سے ۱۰ ہے اس میں خواتین کی بڑی تعداد شامل ہے۔ فرانس کی دوسری بڑی اکثریت مسلمان ہے۔ اور یورپ میں جتنے مسلمان مجموعی طور پر بستے ہیں اتنے صرف فرانس میں ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق فرانس میں چالیس لاکھ کے قریب مسلمان ہیں۔ جن میں بڑی تعداد الجزائر، تیونس، اور مراکش کے عربوں کی ہے۔ پیرس اور فرانس کے اسکالرز خاص طور پر مذہبی رہنماؤں سے ڈاکٹر صاحب کے نہایت خوشگوار تعلقات رہے۔ تحفوں کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ وہاں کے بڑے بڑے مذہبی رہنما ڈاکٹر صاحب کا نہایت

احترام کرتے تھے۔فرانس کی علمی مجالس ومباحث میں اکثر اسلام کی ترجمانی ڈاکٹر صاحب کے حصہ میں آتی '۱۹۹۲ء میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق عیسائیوں یہودیوں اور مسلمانوں کے نقطہ نظر کا طویل پروگرام چلا' اس وقت بھی اسلام کے نقطہ نظر کی ترجمانی ڈاکٹر صاحبؒ نے کی ۔یہودیوں کا دعویٰ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق ہیں جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔اس نسبت سے یہودی اسرائیلی کہلاتے ہیں۔ جبکہ قرآن اور اسلام ذبیح حضرت اسماعیل کو قرار دیتا ہے' ڈاکٹر صاحب نے خود یہودیوں کی کتابوں اور تاریخ سے ثابت کیا کہ قرآن کا بیان ہی صحیح ہے'یعنی ذبیح حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں اس پر کئی یہودی علماء نے تنہائی میں مل کر کہا کہ آپ کے دلائل نہایت مضبوط و مستحکم ہیں لیکن ہم اگر آپ کی تحقیق کو صحیح مان لیں تو ہمارا سارا مذہب ہی باطل قرار پائے گا۔

<u>فرانس میں ڈاکٹر صاحب کی دینی خدمات:</u> ڈاکٹر صاحب نے فرانس میں اسلام کی اشاعت اور مسلمانوں کی دینی خدمات کے لئے جمعیۃ الصداقۃ الاسلامیہ کے نام سے ایک تنظیم قائم فرمائی تھی اس جمعیت کی طرف سے برسہابرس تک فرانسیسی زبان میں ایک ماہنامہ ''فرانس اسلام'' شائع ہوتا رہے'ڈاکٹر صاحب خود اس کے مدیر اور خازن بھی تھے ۔اس جمعیت کی طرف سے بہت سی اسلامی کتابیں بھی شائع ہوئیں اور ہفتہ وار دینی لیکچر کے پروگرام بھی ہوتے رہے اس جمعیت نے پیرس کے شوازی لروا کے مقام پر ایک مکان خرید کر اس کو مسجد بنایا جس میں سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے کہنے پر ۵ لاکھ فرانک (ایک لاکھ ڈالر) عطا کئے تھے۔ڈاکٹر صاحب طویل عرصہ تک انقرہ (ترکی) کی ارض روم یونیورسٹی میں ہر ہفتہ لیکچر دینے جاتے رہے۔اس کے لئے ہر ہفتہ پیرس سے انقرہ و ترکی کا سفر فرماتے ۔ اس طرح کوالالمپور (ملیشیاء)' قاہرہ' استنبول اور دیگر یورپی ممالک کی یونیورسٹیوں میں بھی ڈاکٹر صاحب نے جاکر لیکچر دیئے البتہ برطانیہ سے شدید نفرت کے باعث یہاں تشریف نہیں لائے۔

<u>پاکستان کے لئے ڈاکٹر صاحب کی خدمات:</u> ڈاکٹر صاحب پاکستان میں آئین سازی کے ابتدائی مرحلے میں گرانقدر خدمات انجام دے چکے ہیں'اس کام کی خاطر ۱۹۴۸ء میں زمین فرانس سے پاکستان تشریف لے گئے ۔ جہاں علامہ سید سلیمان ندوی'مولانا ظفر احمد انصاری'اور دیگر علماء کے ساتھ مل کر پاکستان کی آئین سازی علماء کے ۲۲ نکات اور نظام تعلیم کے خاکہ کی تیاری میں شریک رہے مگر وہاں کی آئی سی ایس بیوروکریٹس (طبقہ افسران) نے ان عظیم اسکالر کی قدر نہیں کی۔اور انہیں کام کرنے کی سہولتیں مہیا نہیں کیں تو وہ بددل ہو کر پیرس واپس آ گئے' جہاں ان کی خوب قدردانی ہوئی۔آپ برسوں تک پیرس سے بحیثیت وزیٹنگ پروفیسر انقرہ ارض روم یونیورسٹی اور دیگر ممالک کی یونیورسٹیوں میں لیکچر دینے جاتے رہے۔فرانس کی وزارت تعلیم کے تحت اورینٹل اسٹڈیز ریسرچ سینٹر قائم ہے جس میں ایسے صاحبان علم کو رکھا جاتا ہے جو مختلف وجوہ کی بنا پر اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ڈاکٹر صاحب ۲۵ سال تک اس سے وابستہ رہے اور اس کے وظیفہ پر آپ کا گزارہ تھا۔

حکمرانوں سے استغناء اور بے نیازی: ڈاکٹر صاحب کے اوصاف حمیدہ میں ایک وصف حکمرانوں اور ملوک سے استغناء بھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب ان لوگوں میں تھے جو اپنی ذات' خدمات' کام اور حالات کا حتی الامکان اخفا کرتے ہیں۔ ایک بڑے عربی اخبار کا مدیر کئی دنوں تک ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں آپ کے حالات اور خدمات معلوم کرنے کے لئے رہا۔ ڈاکٹر صاحب علمی سوالات کے جوابات دیتے رہے۔ مگر اپنی ذات کے بارے میں کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ ۱۹۹۲ء میں پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف صاحب نے بار بار درخواست کی کہ حکومت پاکستان کو خدمت کا موقع دیجئے تو ڈاکٹر صاحب نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا کہ خدا کا شکر ہے کسی چیز کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر نواز شریف نے حکومت پاکستان کی طرف سے ایک خادم کی پیش کش کی مگر آپ نے اسے بھی قبول نہیں کیا۔ نیز وزیر اعظم نے پاکستان تشریف آوری کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ آپ کی تشریف آوری پاکستان کے لئے بڑی سعادت کی بات ہوگی۔ تو فرمایا وہاں آ کر میں کیا خدمت کرسکوں گا۔ یہاں ہمہ وقت تحریری کام اور نومسلم فرانسیسیوں کی تعلیم وتربیت میں لگا رہتا ہوں۔ میری غیر حاضری سے کام متاثر ہوگا۔ اسی طرح جنرل ضیاء الحق صاحب کی درخواست پر بہاولپور اسلامی یونیورسٹی میں جب لیکچر دینے کے لئے تشریف لائے (یہ یادگار علمی خطبات کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں) اس وقت جنرل صاحب نے پاکستان روکنے کے لئے بہت منت سماجت کی۔ اور کہا کہ آپ کی پسند کا ادارہ بنا دیا جائے گا اور وسائل فراہم کر دیئے جائیں گے مگر آپ نے قبول نہیں کیا۔ اسی طرح غلام اسحاق خان اور فاروق لغاری نے بھی بہت کوشش کی مگر آپ نے کمال عاجزی کے ساتھ معذرت کرلی۔

جب ریاض (سعودی عرب) ملک سعود یونیورسٹی قائم ہوئی تو آپ کو لیکچرار کی حیثیت سے دعوت دی گئی یہ ۱۹۶۳ء کی بات ہے تو آپ کی طرف سے نہایت خود دارانہ درویشانہ اور انتہائی مفید جواب دیا گیا آپ نے کنگ سعود یونیورسٹی میں ملازمت کی دعوت پر لکھا آج کل متعدد افریقی ممالک آزاد ہو رہے ہیں' ان میں کافی مسلمان ہیں بعض ملک مسلم اکثریت کے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان ملکوں کے باشندوں کی اسلامی رہنمائی کے لئے فرانسیسی زبان میں ایک ماہانہ علمی رسالہ نکالا جائے۔ فرانس برطانیہ وغیرہ کے تسلط سے آزاد ہونے والے افریقی ممالک کے مسلمان عملاً دینی تعلیمات سے بے خبر رکھے گئے ہیں۔ ان کی دینی وعلمی تربیت کے لئے سعودی حکومت اگر اس منصوبہ کو فائنانس کرے تو میں ایسے میگزین کی ادارت وذمہ داری سنبھالنے کے لئے بغیر کسی تنخواہ کے اپنی خدمات پیش کرتا ہوں۔ اور یونیورسٹی کی خدمت کے لئے بھی مجھے کسی تنخواہ کی ضرورت نہیں۔ مگر سعودی عرب نے ڈاکٹر صاحب کے اس مفید مشورے کو قبول نہیں کیا تو ڈاکٹر صاحب نے ان کی رسمی ملازمت رد فرمادی۔

سعودی وخلیجی ملوک وشیوخ عام طور پر ایسے اداروں اور اشخاص کی امداد کرتے ہیں جو ان کی تعریف کے گن گائیں ان کی امداد کا بڑا حصہ یا تو نمائش مساجد وعمارتوں کی نذر ہو جاتا ہے یا محدود نقطہ نظر رکھنے والے سلفی اسلام پیش

کرنے والوں کی جو لوگ اسلام کا انقلابی اور مغرب کو چیلنج کرنے والا تصور رکھتے ہیں یا ٹھوس دینی و علمی کام کرنا چاہتے ہیں ان کی خدمت کی ان حکومتوں کو کبھی توفیق نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر صاحب کی نظر میں ان کے علمی و تحقیقی کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک بار جب آپ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ آپ پاکستان کے کسی علمی ادارہ کی سربراہی یا وزارت تعلیم کا منصب سنبھالتے تو مسکرا کر فرمایا، میں نے جس کام کیلئے خود کو وقف کیا ہے وہ کسی ملک کے وزیراعظم کے منصب سے زیادہ اہم ہے۔

__ڈاکٹر صاحب کی عادات و اخلاق:__ ڈاکٹر صاحب کی انکساری تواضع اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی ان کے پاس جانا ہوا بار بار معذرت فرماتے رہے کہ میں آپ کی خدمت نہیں کر سکا مجھے معاف کر دیجئے۔ حدیث میں مہمان کے اکرام کی سخت تاکید و حکم ہے، زندگی بھر کھانا اپنے ہاتھ سے پکایا۔ آنے والوں کی ہر طرح ضیافت فرماتے اگر معلوم ہو جاتا تو خود ملنے کے لئے تشریف لانے میں پہل فرماتے۔ ڈاکٹر صاحب دبلے پتلے، اور منحنی جسم کے تھے، پیدل چلنے کے عادی تھے، سفر ہمیشہ انڈر گراؤنڈ ٹرین یا بس کے ذریعہ فرماتے۔ پیرس کی انڈر گراؤنڈ ریل میں سفر تقریباً پورا کھڑے کھڑے کرتے جب کوئی خاتون نظر آتیں تو اسے اپنی سیٹ پر بٹھا دیتے، اور خود کھڑے ہو جاتے۔ ۱۹۸۴ء میں بیلجیم میں تبلیغی جماعت کا عالمی اجتماع تھا ایک دن عصر کے بعد ڈاکٹر صاحب کے ساتھ تفریح کے لئے نکلنا ہوا ۱۵۔۲۰ منٹ چلے ہوں گے تو فرمایا اب آپ لوگ ہالینڈ میں داخل ہو گئے ہیں، اس سڑک کے اس طرف بیلجیم ہے اور اس طرف ہالینڈ ہے۔ ڈچ قوم (اہل ہالینڈ) کی خصوصیات بیان فرماتے رہے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب اہل یورپ کے مزاج نفسیات، خصوصیات، جغرافیہ اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے کس قدر باخبر تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا معمول تھا کہ جب کمرے میں نماز پڑھتے بجلی آف کر دیتے کہ کہیں شیشہ میں سے اڑوس پڑوس کے لوگ نماز پڑھتے دیکھ لیں تو ظاہر داری اور نمائش عبادت نہ ہو جائے۔ یورپ میں سب سے پہلے فرانس میں تبلیغی جماعت کا کام شروع ہوا تھا۔ میوات کے ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب پڑھنے کے لئے پیرس آتے تھے، فارغ اوقات میں تبلیغ کا کام کرتے، جب فرانس میں تبلیغی جماعتیں آنا شروع ہوئیں وہ ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچ جاتے اور ڈاکٹر صاحب شدید علمی مصروفیت کے باوجود کئی گھنٹے انہیں گشت کرواتے، مقامی لوگوں سے ملواتے، تعارف کرواتے۔ تبلیغی جماعت کے لوگوں کے ساتھ اخیر تک بڑی محبت شفقت ہمت افزائی اور کرم فرمائی کا یہ تاثر رہا۔ فرانس کے تبلیغی ذمہ دار کہتے ہیں شروع میں ہم ڈاکٹر صاحب کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہچانتے تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ وہ کس قدر اہم دینی خدمت اور علمی تحقیقات میں مصروف رہتے ہیں، وقت بے وقت ان کے پاس جماعت پہنچ جاتی ڈاکٹر صاحب ان کے ساتھ انتہائی شفقت فرماتے اور گھنٹوں گشت کرواتے۔ ہر مسلمان کی ایسی قدر فرماتے اس کے سامنے گویا بچھ جاتے اس کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش فرماتے، ڈاکٹر صاحب کی شخصیت میں اپنے حال کا اخفاء اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی، بندہ نے زندگی میں ایسی بے نفسی اور

عاجزی وفروتنی رکھنے والی شخصیت دوسری نہیں دیکھی۔ یہی تصوف کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔

تقویٰ احتیاط اور بے نفسی: آپ جب جنرل ضیاء الحق صاحب کی درخواست پر پاکستان تشریف لائے اور ان سے ملاقات کرنے گئے' فوٹوگرافر نمودار ہوا تو کتاب چہرے کے سامنے پھیلادی' جنرل صاحب نے کہا کیا آپ تصویر کو جائز نہیں سمجھتے' نہایت انکساری سے فرمایا مجھے تامل ہے' مجھے تکلیف ہوتی ہے' اسطرح نواز شریف کے فرانس کے دورے میں ملاقات کے وقت جب ٹی وی کیمرہ مین کمرے میں داخل ہوئے تو ڈاکٹر صاحب نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا' اور وزیراعظم سے کہا مجھے اس سے محفوظ رکھیئے تو وزیراعظم کے اشارے پر کیمرہ مین کمرہ سے نکل گئے۔ اس وقت عرب علماء ہی نہیں برصغیر کے تمام مسلک فکر کے علماء کی ہر میٹنگ اور محفل کی تصاویر دھڑ لے سے چھپ رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب زندگی بھر خود کو ایک گناہگار مسلمان اور معمولی انسان گردانتے رہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ

فرشتوں سے افضل ہے انسان بننا
مگر اس میں ہوتی ہے محنت زیادہ

اسی طرح ڈاکٹر صاحب تقویٰ واحتیاط کی بناء پر طویل زمانے تک گوشت کھانے سے پرہیز کرتے رہے۔ بیس برس پہلے ایک صاحب پاکستان سے ملاقات کے لئے آگئے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا پیرس میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی انہوں نے جواب دیا بس ایک ہفتے سے گوشت نہیں کھایا۔ فرمایا جی ہاں تیس برس سے میں نے بھی نہیں کھایا۔

ہر عبقری اور عظیم شخصیت کی طرح ڈاکٹر صاحب کے بھی چند تفردات ہیں اس میں ایک یہ کہ وہ اپنے مطالعہ کی بناء پر انتہائی ناگزیری حالت میں عورت کی حکمرانی یا نماز میں امامت کے قائل تھے جبکہ صحیح احادیث کی بناء پر جمہور علماء اس کو درست نہیں سمجھتے۔ بندہ نے خود ڈاکٹر صاحب کا مفصل جواب لکھا تھا جو متعدد رسائل میں چھپا۔ اس پر فرمایا مجھے اپنی رائے پر اصرار نہیں۔

علم کا سمندر: جب بھی پیرس جانا ہوتا' میری کوشش ہوتی کہ ڈاکٹر صاحب سے ملاقات اور علمی استفادہ کروں کہ اس وقت دنیا میں اس قدر وسیع المطالعہ اور علم کا سمندر کوئی نظر نہیں آتا۔ ایک بار ڈاکٹر صاحب سے پوچھا اخبارات میں حضرت علیؓ کو مولود کعبہ لکھا جاتا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے تو فرمایا دور جاہلیت میں جب کعبۃ اللہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوتے تھے اس دور میں مکہ میں یہ عام دستور تھا کہ عورت کو جب دردزہ شروع ہوتا تو اسے کعبۃ اللہ کے اندر اپنے خداؤں کے سامنے لٹادیتے اس طرح اس وقت ہر کوئی مولودِ کعبہ ہوتا تھا۔ پھر دریافت کیا مورخین نے حضرت معاویہؓ اور ان کے (عمال) گورنروں کے بارے میں لکھا ہے کہ جمعہ کے ممبر سے حضرت علیؓ اور ان کے لوگوں کو سخت سست کہا کرتے تھے فرمایا ہاں یہ درست ہے مگر ابتداء دوسروں کی طرف سے ہوئی تھی' اور مسئلہ سیاسی تھا' ایک بار دریافت کیا کہ آپ نے نکاح کی سنت پر عمل نہیں کیا تو ایک لمحہ توقف کے بغیر فرمایا' میں سخت گناہ گار ہوں مجھے اس کا شدید احساس ہے

دعا کریں کہ اللہ مجھے معاف فرمائے۔ مزید فرمایا میں یتیم تھا' جب وقت تھا کسی نے توجہ نہ دی' پھر میں نے جب علم کو اوڑھنا بچھونا بنالیا تو اس طرح توجہ نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کوتاہی کی مغفرت فرمائے میں ترکِ سنت پر سخت نادم ہوں۔

غریب و نادار مسلمانوں کی خدمت: ڈاکٹر صاحب کا زندگی بھر اس مقولہ پر عمل رہا کہ داہنے ہاتھ سے صدقہ کرو' تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ مگر مشک کی خوشبو کہیں چھپی رہتی ہے۔ حال ہی میں جنگ کے کالم نگار ہارون الرشید لکھتے ہیں' ڈاکٹر صاحب ایک بار ۱۹۸۲ء میں لاہور تشریف لائے۔ ایک پبلشر سے رائیلٹی وصول کر چکے تو وہاں سے اٹھ کر سیدھے جنرل پوسٹ آفس تشریف لے گئے' منی آرڈر فارم طلب کئے' جیب سے ایک طویل فہرست نکالی' اور خود اپنے قلم سے سارے فارم فل کر کے تقریباً پوری رقم ڈاک خانہ والوں کے حوالہ کر دی۔ یہ دور دراز کے شہریوں میں بسنے والے محتاج و مفلس اور بیوہ عورتیں اور یتیم بچے تھے' اس فہرست کے لئے کتنی کھکھیڑ اٹھائی ہوگی۔ عربی' اردو' انگریزی' فرانسیسی' جرمن' ترکی' سپینش' اطالوی' کتنی زبانوں میں ان کی کتابیں چھپتی تھیں' اور کہاں کہاں سے روپیہ چلا آتا تھا' لیکن یہ سب کا سب بانٹ دیا جاتا خود اپنی گزر بسر کے لئے سوربون یونیورسٹی کی پنشن کا ایک حصہ بچار کھتے چند ہفتہ پہلے (آخری بیماری سے) پنشن کی رقم نکلوانے بینک گئے تو معلوم ہوا کہ گھر سے جو چیک بک چوری ہوئی تھی کسی نوسر باز نے اس کے ذریعے ساری رقم نکلوائی۔ کچھ کہے بغیر لوٹ آئے کسی کو اطلاع دی نہ شکایت کی رنج نہ احتجاج۔ یہ کبھی زندگی کا دستور نہ تھا' ان کا دستور غنا تھا سحر سے شام ہوگئی شام سے سحر' جب تک دم میں دم تھا اپنے معمولات جاری رکھے' قرض لینا اور مدد مانگنا ان کے مسلک میں روا ہی نہ تھا۔ کئی دن اسی عالم بیت گئے' حتیٰ کہ بھوک سے بے دم ہو کر گر پڑے' ہسپتال لے جائے گئے معالجوں نے اس نادر روزگار کو پہچانا' تو وارثوں کی ڈھنڈیا پڑی۔ ایک بھتیجی امریکہ میں مقیم تھیں' طبیعت قدرے سنبھلی تو ان کے پاس پہنچا دیئے گئے' ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ کوئی خاص بیماری نہ تھی بھوک نے نڈھال کر دیا تھا' حتیٰ کہ نقاہت بجائے خود مرض ہوگئی اور مشرق کا آفتاب ایک دن چپ چاپ مغرب کے ایک دور دراز شہر میں غروب ہوگیا۔

اللہ اللہ ایسے علم ایسی ناموری اس قدر پذیرائی کے باوجود زندگی اتنی خاموشی اتنی تنہائی اور اس قدر گمنامی میں گزاری جاسکتی ہے' اگر یہ کرامت نہیں تو کرامت کس کو کہتے ہیں' گویا عہد اول کا کوئی مسلمان تھا جو بھٹک کر اس زمانہ میں آ گیا تھا ان کا نام مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا علی میاںؒ مولانا ابوالکلام آزاد' اور سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ لکھا جائے گا۔ لیکن اگر گستاخی نہ ہو تو سیاسی آلودگیوں سے دامن بچانے کے علاوہ فقر و سادگی اور نفی ذات میں وہ اپنے بعض جلیل القدر ہم عصروں سے بازی لے گئے (روزنامہ جنگ دسمبر ۲۰۰۲) اس علالت کے بعد جو بالآخر مرض الموت ثابت ہوئی آپ اپنے بھتیجے عطاء اللہ صاحب کی صاحبزادی محترمہ سعیدہ شفق کے ہاں فلاڈیلفا (امریکہ) منتقل

ہو گئے ۔تقریباً پانچ سال طویل علالت کے بعد ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز بدھ سوا گیارہ بجے دن حالت مہاجرت و مسافرت میں خاموشی سے اس رحیم و کریم کی بارگاہ میں پہنچ گئے جو سب سے بڑا قدر دان ہے۔علامہ اقبال کے الفاظ ہیں:

سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دیگر دانائے راز آید کہ ناید

اس قحط الرجال کے زمانے میں اب ایسے انسان کے پیدا ہونے کی کیا توقع ہے‘ ملت اسلامیہ ذہنی افلاس پستی کی جس انتہا پر ہے کہ اس نے ایسی شخصیت کی ذرا قدر نہیں کی‘ اگر ایسی شخصیت دنیا کی کسی اور قوم میں ہوتی تو قومی پیمانہ پر اس کا سوگ منایا جاتا‘ سارے ایوارڈ اور اعزازات اس کے قدموں میں ڈھیر کر دیئے جاتے۔مگر کسی مسلم ملک کے کسی سربراہ کا تو کیا دنیائے اسلام کے نامور رہنماؤں اور علماء دین میں سے کسی کا تعزیتی بیان تک نہیں آیا۔اب بھی اگر ملت اسلامیہ خاص طور پر برصغیر کی ملت مرحومہ کا کچھ حق ادا کرنا چاہے تو آپ کی علمی تحقیقات و تصانیف کو شایان شان طریق پر شائع کرنے کے لئے ایک فنڈ قائم کر کے آپ کی جملہ کتابوں اور علمی مقالات کو دنیا کی بڑی زبانوں میں شائع کرنے کی طرف توجہ دے۔

<u>علماء کرام کی ظاہر داری و بے اعتنائی:</u> ڈاکٹر حمید اللہ صاحب جنہوں نے گزشتہ صدی میں شاید سب سے وسیع علمی و تحقیقی کام کیا‘ آپ کا بیشتر علمی کام قرآن‘ حدیث‘ فقہ و قانون اور سیرت پر ہے‘ مگر موجودہ دور کے علماء کی اکثریت آپ کے کام تو کیا نام تک سے بھی پوری واقف نہیں۔روزنامہ جنگ میں آپ کی وفات کی خبر آئی اور بعض کالم نگاروں نے آپ کی شخصیت پر نگارشات پڑھ کر انگلینڈ کے بہت سے علماء نے فون کیا‘ کہ ڈاکٹر حمید اللہ کون تھے ان کا قصور شاید یہی ہے کہ آپ علماء کے ظاہری لباس‘ جبہ و دستار عبا‘ وقبا سے بے نیاز سادہ سی قمیص پتلون کوٹ پہنتے تھے اور جناح کیپ لگاتے البتہ ڈاڑھی پوری تھی‘ اور اوصاف تو گویا قرآن اول کے مسلمانوں کے۔آپ نے سلوک کی ساری منزلیں علم کے راستے سے طے کر لیں تھیں۔طبقہ علماء میں ہستیاں جو جوہر شناس تھیں اور جو گدڑی میں لعل کو پہچان کر ان کے شایان شان سلوک کرتی تھیں‘ تیزی سے اٹھ گئی ہیں‘ ڈاکٹر صاحب کے مستقیم الفکر با عمل اور متقی مسلمان ہونے کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ان کی ساری زندگی اسلام اور اسلامی علوم کیلئے وقف رہی‘ اور انہوں نے اس میدان میں جلیل القدر خدمات انجام دیں کہ شاید ہی اس دور میں ان کا کوئی شریک ہو مگر یہ ظاہر داری ہی ہے‘ کہ موجودہ دور کے علماء کرام ان کی قدر دانی نہیں کر سکے۔

اپنی بے نوری پہ جب روتی ہے نرگس سالہا
دیدہ ور کاتب بڑی مشکل سے ہوتا ہے ظہور

مفتی صباح الدین قاسمی *

سلام کے بعد امام کے رخ پھیر کر بیٹھنے کا مسئلہ

دین پسند اور مسجد سے وابستہ حلقوں میں یہ سوال اکثر زیر بحث آتا ہے کہ نماز باجماعت کی تکمیل کے بعد امام کے لئے مستحب عمل کیا ہے:

آیا وہ مصلّٰی سے فوراً اٹھ جائے یا کچھ دیر مصلّٰی پر بیٹھا رہے؟ اگر بیٹھا رہے تو قبلہ رو بیٹھے یا مقتدیوں کی طرف رخ کرے؟ اگر مقتدیوں کی طرف رخ کرے تو ان کی جانب سیدھے متوجہ ہو کر بیٹھے یا دائیں یا بائیں جانب ترچھے ہو کر؟

نیز یہ کہ پانچوں نمازوں میں یکساں عمل اختیار کرے یا کسی نماز میں قبلہ رو بیٹھے اور کسی میں مقتدیوں کی طرف رخ کرے؟

فقہ میں یہ مسئلہ ' انصراف بعد التسلیم' کہلاتا ہے۔

حنفی فقہاء کا مسلک:

فقہائے امت نے احادیث و آثار کی روشنی میں ان سوالوں کا شافی جواب فراہم کیا ہے۔ اس باب میں کتب فقہیہ کے استقراء و تتبع سے پتہ چلتا ہے کہ فقہائے احناف کے درمیان اس امر میں کامل اتفاق ہے' کہ فجر و عصر میں نماز باجماعت کی تکمیل کے بعد اگر امام ذکر و دعا کے لئے بیٹھنا چاہے تو اس کی مستحب ہیئت قعود مستقبل الناس ہے یعنی مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے' البتہ علامہ علاؤ الدین کاسانی کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک فجر و عصر میں امام سلام پھیرنے کے بعد اپنی سابق حالت میں اللھم انت السلام الخ کے بقدر بیٹھے' اس کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا رخ پھیر کر بیٹھے چنانچہ فجر و عصر کی بابت فرماتے ہیں کہ:

فان کانت صلاۃ لاتصلی بعدھا سنۃ کالفجر و العصر فان شاء الامام قام وان شاء قعد فی مکانہ یشتغل بالدعاء لانہ' لاتطوع بعد ھاتین الصلاتین فلا مابین بالقعود الا انہ' یکرہ المکث علی ھیئتہ مستقبل القبلۃ لماروی عائشۃ ان

* مرکز مذہبی تحقیقات و رہنمائی' علی گڑھ

النبی ؐ کان اذا فرغ من الصلاۃ لا یمکث فی مکانہ الا مقدار ان یقول: اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاکرام(بدایع الصنائع ۴۳۲۱/۱)

ترجمہ: جس نماز کے بعد سنت نہیں پڑھی جاتی جیسے فجر اور عصر ان میں اگر امام چاہے تو سلام پھیرنے کے بعد اٹھ جائے یا اپنی جگہ پر بیٹھ کر دعا وغیرہ پڑھنے میں مشغول ہو جائے۔ البتہ قبلہ رو اور اپنی ہیئت پر بیٹھے رہنا مکروہ ہے' کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق نبی ﷺ نماز پڑھانے کے بعد اپنی جگہ صرف اللھم انت السلام الخ کے بقدر ہی ٹھہرتے تھے۔

ظہر' مغرب اور عشاء میں امام کے لئے مستحب عمل کے بارے میں فقہائے احناف کے درمیان چار مختلف رائیں پائی جاتی ہیں:

(۱) پہلی رائے یہ ہے کہ امام ذرا دیر قبلہ رو بیٹھ کر مختصر ذکر و دعا کے بعد نوافل کیلئے اٹھ جائے' نصوص فقہیہ میں اگرچہ صرف ذکر و دعا کا ذکر ہے اور سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رو بیٹھنے کی صراحت نہیں ہے' تاہم قرینہ سے یہی متعین ہوتا ہے' کیونکہ اگر اس مختصر ذکر دعا کے لئے رخ پھیرنا مراد ہوتا تو ہیئت کی اس تبدیلی کا صراحتاً ذکر ہوتا' یہی رائے فتاویٰ دارالعلوم مین اختیار کی گئی (۱۹۵/۲) اور مسجدوں میں حنفی ائمہ کا عمل بھی عموماً اسی پر ہے' اس رائے کا ذکر فقہ کی متعدد کتب میں موجود ہے۔

فتاویٰ ہندیہ عالمگیریہ میں تحریر ہے:

و فی الحجۃ الامام اذا فرغ من الظھر و المغرب و العشاء یشرع فی السنۃ و لا یشغل بادعیۃ طویلۃ کذافی التتار خانیۃ لا (۷۷/۱)

کتاب حجۃ میں مذکور ہے کہ جب امام ظہر' مغرب اور عشاء کی نماز پڑھا چکے تو سنت پڑھنا شروع کر دے' طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو یہی مسئلہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الابقدار اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاکرام' اللھم انت السلام الخ سے زیادہ سنت پڑھنے میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔(۳۵۶/۱)

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ امام سلام کے بعد بیٹھنے کے بجائے فوراً اٹھ کھڑا ہوگا اور اپنی جگہ سے ہٹ کر نوافل پڑھے گا' یہ رائے علامہ کاسانی صاحب بدائع الصنائع کی ہے' چنانچہ ظہر و مغرب اور عشاء کی بابت فرماتے ہیں۔

و ان کانت صلاۃ بعدھا سنۃ یکرہ لہ' المکث قاعداً و کراھۃ القعود مرویۃ عن الصحابۃ' روی عن ابی بکرؓ و عمرؓ انھما کانا اذا فرغا من الصلوۃ قاما کانھا

على الرضف ولأن المكث يوجب اشتباه الامر على الداخل فلا يمكث ولكن يقوم و يتنحى عن ذالك المكان ثم يتنفل لما روى عن النبى انه قال: ايعجز احدكم اذا فرغ من صلاته ان يتقدم او يتاخر (بدائع ۴۳۲/۱)

ترجمہ: جس نماز کے بعد سنت ہے اس میں امام کے لئے سلام کے بعد بیٹھے رہنا مکروہ ہے یہ کراہت صحابہؓ سے مروی ہے، حضرات ابوبکر و عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ دونوں جب نماز پڑھا چکے مصلی سے ایسے اٹھ کھڑے ہوتے جیسے گرم پتھر پر بیٹھے ہوں، دوسری بات یہ ہے کہ مصلی پر بیٹھے رہنا نئے آنے والے نمازی کو اس شبہ میں ڈال سکتا ہے کہ امام ابھی نماز جماعت ہی کی حالت میں ہے، اس لئے امام اپنی جگہ پر ٹھہرنے کی بجائے اٹھ جائے گا اور اس جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھے گا، کیونکہ نبیؐ سے یہ قول مروی ہے کہ: کیا تم اس بات سے عاجز ہو کہ جب نماز پڑھ چکو تو آگے یا پیچھے کھسک جاؤ۔

لمعات حاشیہ مشکوۃ میں ہے:

انه قد اختلف الروايات حديثا وقديما فى انه هل يقوم بعد اداء الفريضة متصلا او يمكث شافى مكانه قاعدا - فالمختار انه يقوم من غير لبث ان كان فى صلاة بعدها تطوع وكذالك الامام، وقال علماءنا إذا سلم الامام من الظهر او المغرب او العشاء كره له المكث قاعدا - فان شاء ان يصلى تطوعا وان شاء رجع فى بيته يتطوع (لمعات ۸۸)

ترجمہ: روایتیں اس مسئلہ میں مختلف ہیں کہ نمازی فرض ادا کر لینے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو یا اپنی جگہ بیٹھا رہے۔ جس نماز کے بعد سنت ہے اس میں پسندیدہ یہ ہے کہ نمازی فوراً اٹھ کھڑا ہو۔ امام کا مسئلہ بھی یہی ہے حنفی علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب امام ظہر، مغرب یا عشاء میں سلام پھیرے تو اس کے لئے بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔ وہ چاہے تو مسجد میں ہی نفل پڑھے یا گھر واپس ہو کر پڑھے۔

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ امام سلام پھیرنے کے بعد پہلے نوافل پڑھے۔ پھر مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔ اس رائے کا ذکر نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح اور حاشیہ طحطاوی میں ہے۔

ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول للتطوع بعد الفرض ويستحب ان يستقبل بعده (بعد التطوع) الناس ويستغفرون الله ثلاثا ويقراون اية الكرسى والمعوذات ويسبحون الله تعالى ثلاثا وثلاثين ويحمدونه كذالك، ويكبرونه كذالك ثم يقولون لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد، وهو

علی کل شئی قدیر ثم یدعون لانفسھم وللمسلمین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم فی اخرہ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ج/۱۷۱)

ترجمہ: سلام پھیرنے کے بعد امام کے لئے، مستحب یہ ہے کہ اپنی جگہ سے نفل کے لئے ہٹ جائے، نیز یہ بھی مستحب ہے کہ وہ نفل کے بعد لوگوں کی طرف رخ کر کے اذکار و وظائف پڑھے، پھر ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ فجر و عصر ہی کی طرح ظہر مغرب اور عشاء میں بھی امام سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ سکتا ہے، یہ رائے حکیم الاسلام اشرف علی تھانوی کی ہے۔

معلوم ہوا کہ انحراف کی حکمت زوال اشتباہ ہے اور جن نمازوں کے بعد تطوع مشروع ہے، وہاں زوال اشتباہ تبدیل مکان کر کے تطوع شروع کرنے سے ہو سکتا ہے، اور جس نماز کے بعد تطوع نہیں ہے جیسے فجر و عصر وہاں زوال اشتباہ انحراف کے ذریعہ سہل ہے اس لئے ان دو نمازوں (فجر و عصر) کی (انحراف کے لئے) تخصیص کی گئی، لیکن تخصیص بایں معنی نہیں کہ ان میں موکد ہو اوروں میں مشروع نہ ہو۔ (امداد الفتاوی ۱/۹۲)

<u>خلاصہ آراء:</u>

فقہاء کی مذکورہ رایوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے: فجر و عصر سے متعلق دو رائیں ہیں اور ظہر، مغرب اور عشاء سے متعلق چار رائیں:

<u>فجر و عصر: اول</u>

قعود و مستقبل الناس (یعنی ہیئت تبدیل کر کے مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا اور قدرے طویل اذکار پڑھنا، اس کے قائل جمہور احناف ہیں۔

<u>دوم:</u> پہلے سابق ہیئت پر اللھم انت السلام الخ کے بقدر بیٹھنا، اس کے بعد قعود مستقبل الناس یعنی مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا۔ اس کے قائل علامہ کاسانی ہیں۔

<u>ظہر، مغرب، عشاء اول:</u>

سابق ہیئت میں یعنی قبلہ رو بقدر اللھم انت السلام الخ بیٹھ کر اٹھ جانا (اس کے قائل جمہور احناف یعنی شامی، طحطاوی، عالمگیری وغیرہ ہیں)

<u>دوم:</u> سلام پھیرنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہونا۔ یہ رائے علامہ کاسانی صاحب بدائع الصنائع کی ہے)

<u>سوم:</u> فرض کی بجائے نفل کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا (اس رائے کے قائل علامہ شرنبلالی صاحب نور الایضاح ہیں)

چہارم: مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا فجر و عصر کی فرض نمازوں کے ساتھ ظہر مغرب اور عشاء میں بھی مشروع ہے۔ (یہ قول علامہ اشرف علی تھانوی کا ہے)

اگر یہ مختلف رائیں از روئے تلفیق صحیح جمع کر لی جائیں تو ایک پانچویں رائے بھی بن سکتی ہے جو غالباً مختلف احادیث و آثار کی بہترین تطبیق پر مبنی ہوگی اور اقرب الی السنہ قرار پائے گی جو کہ حسب ذیل ہے:

فجر و عصر میں: قعود مستقبل القبلہ بقدر اللھم انت السلام الخ (کاسانی) + قعود مستقبل الناس (جمہور احناف) = قعود مستقبل القبلہ و مستقبل الناس یعنی سلام پھیرنے کے متصلا بعد اللھم انت السلام کے بقدر قبلہ رو پڑھے اس کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے۔

ظہر، مغرب اور عشا میں:

قعود مستقبل القبلہ بقدر اللھم انت السلام الخ (جمہور) + قعود مستقبل الناس (تھانوی، نیز ایک معنی میں شرنبلانی) = قعود مستقبل القبلہ و مستقبل الناس یعنی سلام پھیرنے کے متصلا بعد اللھم انت السلام کے بقدر قبلہ رو پڑھ کر مقتدیوں کی طرف چہرہ کر کے بیٹھے۔

احادیث باب:

فقہاء کی رأیوں کا جائزہ لینے سے پہلے ضروری ہے کہ ایک نظر ان احادیث پر ڈال لی جائے جن پر ان حضرات نے اپنی راؤں کے حق میں استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۔ عن النبی ﷺ قال ...... صلوا کما رأیتمونی اصلی (البخاری باب الاذان)

نبیؐ نے فرمایا: تم لوگ اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے رہے ہو۔

۲۔ عن عائشہؓ کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوۃ بالتکبیر و کان یختم الصلاۃ بالتسلیم (مسلم ۱/۱۹۴) ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول ﷺ تکبیر سے نماز شروع کرتے اور سلام سے ختم کرتے۔

۳۔ عن عائشہ قالت: کان رسول اللہ اذا سلم لایقعد الامقدار ما یقول: اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاکرام (ترمذی ۱/۳۹)

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو بس اتنی ہی دیر بیٹھے رہتے جتنی دیر میں اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذالجلال و الاکرام پڑھ لیتے۔ یعنی اے اللہ تو سلامتی ہے، سلامتی تجھی سے ہے، تو بابرکت ہے، اے بزرگی اور بخشش والے!

۴۔ عن ثوبان مولی رسول اللہ ﷺ قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا ار اد

اں ینصرف من صلاته استغفر ثلاث مرات ثم قال: اللهم انت السلام و منک السلام، تبارکت یا ذالجلال و الاکرام (ترمذی ۱/ ۳۹)

رسول ﷺ کے آزاد کردہ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب اپنی نماز سے الگ ہونا چاہتے تو تین بار استغفار کر کے للهم انت السلام الخ فرماتے۔

۵۔ و قد روی عن النبی ﷺ انہ کان یقول بعد التسلیم: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد، یحیی و یمیت و ھو علی کل شئی قدیر، اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع الجد منک الجد (ترمذی ۱/ ۳۹)

نبی ﷺ سلام پھیرنے کے بعد حسب ذیل ذکر کرتے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے، حمد وثنا اسی کے لئے ہے، وہی مارتا اور جلاتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! جو تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور جو تو نہ دینا چاہے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ کسی نصیبہ ور کا نصیبہ تیرے مقابلہ میں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

۶۔ و روی انہ کان یقول: سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمدللہ رب العالمین (ترمذی ۱/ ۳۹)

نبی ﷺ یہ ذکر فرماتے: تیرا رب عزت و اقتدار کا مالک پاک ہے اس سے جو لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں، رسولوں پر سلامتی ہے، شکر و تعریف اللہ کے لئے ہے جو دنیا والوں کا رب ہے۔

۷۔ عن سمرۃ بن جندب قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی صلوۃ اقبل علینا بوجھہ (البخاری بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

حضرت سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ جب رسول ﷺ کوئی نماز پڑھاتے تو ہماری طرف چہرہ کرتے۔

۸۔ عن انس قال: کان النبی ﷺ ینصرف عن یمینہ (مسلم بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی اپنے دائیں جانب مڑتے تھے۔

۹۔ عن البراء قال: کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ احببنا ان تکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال: فسمعتہ یقول: رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک (مسلم بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو چاہتے کہ آپ کے دائیں رہیں تاکہ ہماری طرف آپ کا رخ انور ہو وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ: اے میرے رب! جب تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کر کے جمع کرے گا اس روز مجھے اپنے عذاب سے بچا۔

۱۰۔ عن ابن مسعودؓ قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلاته یری ان لقا علیه ان لاینصرف الا عن یمینه لقد رأیت رسول الله ﷺ کثیراً ینصرف عن یساره (متفق علیہ بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ سوچ کر اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بنادے کہ اسے لازماً دائیں ہی جانب مڑنا چاہیے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا اپنے بائیں طرف مڑکر بیٹھتے دیکھا ہے۔

۱۱۔ عن ابن مسعود قال: کان اکثر انصراف النبی ﷺ من صلاته فی شقه الایسر الی حجرته، (شرح السنۃ بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوکر اکثر اپنے بائیں پہلو یعنی اپنے حجرے کی طرف مڑکر بیٹھتے تھے۔

۱۲۔ عن علی ابن ابی طالب انه قال: ان کانت حاجته عن یمینه اخذ عن یمنیه وان کانت حاجته عن یساره اخذ عن یساره (ترمذی ۱/ ٤٠)

حضرت علی بن ابو طالب فرماتے ہیں کہ اگر آپ دائیں طرف مڑنے کی ضرورت محسوس کرتے تو دائیں طرف مڑتے اور بائیں جانب محسوس کرتے تو بائیں مڑتے۔

۱۳۔ عن قبیصة بن هلب عن ابیه قال: کان رسول الله ﷺ یومنا فینصرف علی جانبیه جمیعا علی یمینه وعلی شماله (ترمذی ۱/۴۰)

قبیصہ بن ھلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کرکے دونوں جانب مڑا کرتے تھے دائیں جانب بھی اور بائیں جانب بھی۔

۱۴۔ عن ام سلمة قالت: ان النساء فی عهد رسول الله ﷺ کن اذا سلمن من المکتوبه قمن وثبت رسول الله ﷺ ومن صلی من الرجال ماشاء الله فاذا قام رسول الله ﷺ قام الرجال (البخاری)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ عہد رسالت میں خواتین جب فرض نماز پڑھ کر سلام پھیر لیتیں تو اٹھ کھڑی ہوتیں اور نبیؐ نیز صحابہ جتنی دیر چاہتے بیٹھے رہتے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد لوگ کھڑے ہوتے۔

۱۵۔ روی ان النبی ﷺ کان اذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه اصحابه وقال هل رأی احدکم رویا. (بدائع الصنائع ۱/۴۳۲)

مروی ہے کہ نبی ﷺ جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو اپنے اصحابہ کی طرف رخ کرکے پوچھتے کہ کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔

۱۶: روی عن ابی بکرؓ وعمر : انہا کانا اذا فرغا من الصلاۃ قاما کانہما علی الرضف (بدائع ۱/۴۳۲)

حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ جب وہ دونوں نماز پڑھا چکتے تو اپنی جگہ سے اٹھنے میں اتنی جلدی کرتے جیسے گرم پتھر پر بیٹھے ہوں۔

۱۷۔ عن عطاء الخراسانی عن المغیرۃ قال' قال رسول اللہ ﷺ : لا یصلی الامام فی الموضع الذی صلی فیہ حتی یتحول (ابوداؤد)

عطاء خراسانی حضرت مغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا امام اسی جگہ نماز نہ پڑھے جس جگہ اس نے نماز پڑھائی ہے، بلکہ ہٹ کر (نفل وسنت) پڑھے۔

۱۸۔ عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ انہ قال : أ یعجز احدکم اذا فرغ من صلاتہ ان یتقدم اویتاخر (بدائع ۱/۴۳۲)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے اپنے کو عاجز پاتا ہے کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو ذرا آگے یا پیچھے ہٹ کر نفل پڑھے۔

۱۹۔ عن السائبؓ ان رسول اللہ ﷺ امرنا ان لا نوصل بصلاۃ حتی نتکلم او نخرج (مشکوۃ ۱۰۵)

حضرت سائب کہتے ہیں کہ رسول نے ہمیں حکم دیا کہ ہم فرض نماز سے نفل کو ملا کر نہ پڑھیں جب تک کہ ان کے بیچ کوئی کلام یا دعا و اذکار نہ کرلیں یا مسجد سے نکل نہ جائیں یعنی گھر جائیں۔

۲۰۔ عن ابی رمثۃ فی حدیث طویل انہ قام الرجل الذی ادرک معہ' (ای مع رسول اللہ) التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوۃ یشفع فوثب عمرؓ فاخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فانہ لم یھلک اھل الکتاب الا انہ لم یکن بین صلاتھم فصل فرفع النبی ﷺ بصرہ فقال اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب (ابوداؤد بحوالہ مشکوۃ ۸۷)

ابو رمثہ کی طویل حدیث میں مذکور ہے وہ ایک شخص نبی کے پیچھے پوری نماز پڑھ کر دو رکعت سنت کے لئے کھڑا ہو گیا حضرت عمرؓ نے فوراً ہی اس کے دونوں مونڈھوں کو پکڑ کر ہلایا اور فرمایا: بیٹھ جاؤ' اہل کتاب اسی لئے تو ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان فصل نہیں ہوتا تھا' یہ سن کر نبیؐ نے نگاہ اٹھائی اور بولے: اے ابن خطاب! اللہ نے تم سے درست بات کہلوائی۔

۲۱۔ عن النبی ﷺ قال .... صلاۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی

مسجدی هذا الا المکتوبه. (ابوداؤد)

نبیؐ نے فرمایا: اپنے گھر میں آدمی کی نماز میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے سوائے فرض نماز کے۔

احادیث کا مطلب ومفہوم:

ان احادیث سے اسوہ نبوی اور سنت خلفائے راشدین کی جو تصویر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ:

نماز خواہ منفرد کی ہو یا با جماعت' سلام پر اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ امام کی امامت اور مقتدی کی اقتداء مکمل ہو جاتی ہے' اس کے بعد کے اعمال استحبابی ہیں اور باب آداب سے ہیں (حدیث ا'۲) آنحضور سلام پھیرنے کے بعد اللھم انت السلام الخ کے بقدر ہی بیٹھ کر اذکار پڑھتے (ح ۳)

یہ ذکر کتاب سلام کے بعد مگر انصراف سے پہلے یعنی سابق ہیت میں قبلہ رو بیٹھ کر پڑھتے (ح ۴)

آپؐ سلام پھیرنے کے بعد (اللھم انت السلام الخ کی بجائے) لااله الا الله الخ یا سبحان ربک رب العزۃ بھی پڑھتے۔ (ح ۵'۶)

نماز پڑھانے کے بعد آنحضرت مقتدیوں کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے (ح ۷) آپ دائیں جانب مائل ہو کر بیٹھتے اور اذکار پڑھتے (ح ۸'۹) آپ کبھی بائیں جانب بھی مائل ہو کر بیٹھتے' (ح ۱۰' ۱۱) دائیں یا بائیں مائل ہو کر رخ کرنے کا یہ عمل آپ کی جانب سے حسب حاجت ہوتا۔ (ح ۱۲' ۱۳) نماز با جماعت کے بعد خواتین فوراً گھروں کے لئے اٹھ کھڑی ہوتی تھیں' اور حضورؐ (امام) اور آپ کے صحابہ (مقتدی حضرات) بیٹھے رہتے' آپ کے ساتھ ہی صحابہ کرام اٹھتے (ح' ۱۴) ایک زمانہ میں جب آپؐ کو فتح مکہ کے معاملہ میں اشارہ خداوندی کا انتظار تھا تو آپ فجر میں مقتدیوں کی طرف انصراف کے بعد یہ بھی فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا (ح ۱۵) حضرات شیخین ابوبکرؓ وعمر نماز پڑھانے کے بعد فی الفور اٹھ کھڑے ہوتے جیسے کہ گرم پتھر پر بیٹھے ہوں (ح ۱۶)

نماز جماعت کے بعد امام کو سنت ونوافل جائے امامت سے ہٹ کر (آگے یا پیچھے ہو کر) پڑھنا چاہیے (ح ۱۷'۱۸) نماز فرض سے نماز نفل کا اتصال نہیں ہونا چاہیے' اگر مسجد میں ہی نوافل پڑھنا ہے' تو فرض ونوافل کے درمیان کلام (اذکار) سے فصل کرنا چاہیے یا گھر جا کر نوافل پڑھے۔ (ح ۱۹' ۲۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے (ح ۲۰)

فقہاء نے مذکورہ احادیث اور باب الصلوۃ کی بعض دیگر روایات کے پیش نظر دو بنیادی ضوابط کا استنباط کیا ہے: ایک یہ کہ نماز جماعت کے بعد امام کی ہیئت میں قابل لحاظ اور محسوس تبدیلی ہونی چاہیے تا کہ یہ اشتباہ بالکلیہ ختم ہو جائے کہ امام کی نماز ابھی جاری باقی ہے' امام سلام پھیرنے کے بعد اپنی سابق ہیئت میں مذکورہ تبدیلی اللھم انت السلام الخ کے بقدر مختصر ذکر یا اس قدر محض بیٹھنے کے بعد ہی کرے تا کہ عجلت اور بے صبری کے بجائے وقار ومتانت اور اعتدال ملحوظ رہے۔ اگر زیادہ بیٹھنا ہو تو ہیت تبدیل کر لے۔ دوسرے یہ کہ مقتدیوں کو بھی فرض ونفل کے درمیان ذکر

کے ذریعہ یا اپنی جگہ سے ہٹ کر فصل کرنا چاہیے تاکہ فرض ونفل میں کسی اتصال کا شائبہ نہ رہے' البتہ کسی فرض نماز اور اس سے متعلق سنن ونوافل میں غیر ضروری فصل نہیں ہونا چاہیے۔

احادیث کے مفہوم کی تعیین:

مسئلہ زیر بحث میں ان احادیث سے جو مجموعی صورتحال ابھرتی ہے وہ یہ ہے کہ:

امام کے لئے تمام ہی فرائض کے بعد قبلہ رو بیٹھے ہوئے' اللهم انت السلام الخ کے بقدر پڑھنا مستحب ہے حدیث عائشہ اس باب میں صریح اور عام ہے' ظہر مغرب اور عشاء کے ساتھ اس کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں' انصراف اور قعود مستقبل الناس بھی تمام ہی نمازوں میں مشروع ہے' حدیث سمرہ بن جندبؓ اور دیگر متعدد احادیث اس مسئلہ میں صریح اور عام ہیں' اسے فجر وعصر کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ البتہ اگر امام نماز کے بعد بیٹھنا نہ چاہے تو انصراف (قعود مستقبل الناس) کی کسی نماز میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرات شیخینؓ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے' قعود مستقبل الناس کا ظہر' مغرب اور عشاء میں عام ہونے کی تائید حدیث ام سلمہ سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ عہد رسالت میں خواتین فرض کے بعد فوراً اٹھ جاتیں اور آنحضور صحابہ کرام کے ساتھ جب تک چاہتے بیٹھتے' حضورؐ کا جائے امامت پر دیر تک بیٹھنا ظاہر ہے مستقبل القبلہ نہیں ہوتا تھا' کیونکہ حدیث عائشہ وحدیث سمرہؓ اس کی نفی کرتی ہے' پھر حضورؐ کا یہ عمل بلا تفریق ہر نماز میں ہی ہوتا تھا' کیونکہ خواتین جس طرح فجر وعصر میں شریک جماعت ہوتی تھیں' ظہر' مغرب اور عشاء میں بھی مسجد میں حاضر ہوتی تھیں' حدیث ابورمثہ بھی اس کی موید ہے جس میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ ایک شخص سلام کے بعد متصلا نوافل کے لئے کھڑا ہوگیا۔ تو حضرت عمرؓ نے اسے پکڑ کر بٹھا دیا' اسی حدیث میں آگے یہ ذکر ہے کہ فرجع النبی ﷺ بصرہ (نبیؐ نے اپنی نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا) گویا آپ پہلے سے مستقبل الناس بیٹھے تھے تب ہی تو حضرت عمرؓ کو دیکھنے کے لئے آپ کو صرف نگاہیں اٹھانی پڑیں' یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی ہی نماز تھی جس کے بعد نفلیں پڑھی جاتی ہیں:

غرض احادیث میں نہ تو قعود مستقبل القبلہ کے سلسلہ میں نمازوں کے درمیان کوئی تخصیص وارد ہے اور نہ قعود مستقبل الناس کے سلسلہ میں کیونکہ اگر قعود مستقبل الناس صرف فجر وعصر میں آپ کا معمول ہوتا اور ظہر' مغرب اور عشاء میں نہ ہوتا تو اس کا ذکر نفیاً یا اثباتاً کسی نہ کسی طور ضرور ہوتا' کسی طرح کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ہر نماز میں آپ کا یہی معمول تھا یہی معاملہ قعود مستقبل القبلہ کا ہے' چنانچہ فقہائے احناف میں علامہ کاسانی ہر نماز میں (یعنی فجر و عصر' میں بھی) قعود مستقبل القبلہ بقدر اللهم انت السلام کے قائل ہیں اور علامہ اشرف علی تھانوی تمام نمازوں میں (ظہر' مغرب اور عشاء میں بھی) قعود مستقبل الناس کو مشروع جانتے ہیں اور ذرا فرق کے ساتھ یہی رائے صاحب نور الایضاح کی ہے۔

مسالک کا جائزہ:

۱۔ فرض کے بجائے نوافل کے بعد بیٹھنا:

امام شرنبلانی (صاحب نورالایضاح) نماز فرض کے بعد تاخیر سنت کو مکروہ اور تعجیل نفل کو مسنون سمجھتے ہیں' القیام الی اداء السنۃ متصلا بالفرض مسنون (طحطاوی علی مراقی الفلاح/۱۷۰) اس لئے انہوں نے ظہر' مغرب اور عشاء میں (جن میں فرض کے بعد نفل ہے) قعود مستقبل الناس' پر عمل کرنے کی صورت یہ تجویز فرمائی ہے کہ امام جماعت کے بعد پہلے بلا تاخیر سنت پڑھے' اس کے بعد لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھے مگر یہ موقف کئی پہلوؤں سے کمزور ہے' کیونکہ یہ صورت احادیث میں نہ تو صراحتاً مذکور ہے' اور نہ اشارتاً' احادیث میں وارد' انصراف' سے سلام کے متصلاً بعد انصراف کے بجائے نوافل کے بعد انصراف مراد لینا حد درجہ تصنع اور غیر متبادر ہے' یہ صورت اس حدیث کے منشاء کے بھی خلاف ہے۔ جس میں نفل کو گھر میں افضل قرار دیا گیا ہے' پھر فرض و نفل کے درمیان ماثور اذکار کا پڑھنا بھی تاخیر سنت کے ذیل میں نہیں آتا' جیسا کہ شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں۔ لاباس بقراءۃ الاوراد بین الفریضۃ و السنۃ (حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح/۱۷۱) اسی لئے فقہائے احناف میں اور کوئی انصراف کی اس صورت کا قائل نہیں ہے۔

۲۔ قبلہ رو ہو کر بیٹھنا:

صاحب ردالمحتار (شامی) کے نزدیک قعود مستقبل القبلۃ بقدر اللھم انت السلام الخ ظہر' مغرب اور عشاء کے ساتھ مخصوص ہے اور صاحب بدائع الصنائع کے نزدیک احادیث میں تطبیق کی' یہی مناسب صورت ہو سکتی ہے' علامہ شامی نے انصراف والی حدیثوں کو فجر و عصر کے ساتھ اور اللھم انت السلام الخ کے بقدر قعود والی حدیث کو ظہر و مغرب و عشاء کے ساتھ خاص قرار دیا اور حضرات شیخینؒ کے عمل کو ظہر' مغرب اور عشاء کے ساتھ مخصوص سمجھا۔

اس سلسلہ میں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ اللھم انت السلام الخ اور اسی نوع کے دیگر مختصر اذکار کا محل کون سی ہیئت ہے سابق نماز کی استقبال قبلہ والی ہیئت یا انصراف کے بعد استقبال الناس والی ہیئت؟ اور یہ کہ پانچوں نمازوں میں وہ محل ایک ہی متعین ہیئت قعود ہے۔ اس سلسلہ میں نمازوں میں فرق ہے' حقیقت یہ ہے کہ حدیث عائشہ میں و لایقعد الا مقدار مایقول' کے الفاظ یہاں قعود مستقبل الناس کا مفہوم لینے میں مانع ہیں کیونکہ قعود مستقبل الناس میں اس مقدار کی تحدید کا کوئی قائل نہیں ہے لہذا یہ بات قطعی ہے کہ ان مختصر ماثور اذکار کا محل قعود مستقبل القبلہ ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ متعین مقدار اسی قعود کا لازمہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ظہر' مغرب' اور عشاء میں تو اللھم انت السلام الخ کا محل قعود مستقبل القبلۃ ہے لیکن فجر و عصر میں اس کا محل قعود مستقبل الناس ہے تو یہ اور بھی کمزور بات ہوگی' کیونکہ اول تو فجر و عصر کے بعد مستقبل الناس میں مقدار اللھم انت السلام الخ کی قید تسلیم کرنی ہوگی جس کا کوئی

قائل نہیں ہے' دوسرے یہ کہ ایک ہی عبادت میں ثابت شدہ حکم (ذکر بعد سلام) کو اس کی لازمی قید (مقدار اللهم انت السلام الخ) سے جدا کر کے دو الگ الگ محل میں ماننا اصولاً درست نہیں ہوسکتا۔ اس طرح یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ کے معمولات میں اللهم انت السلام الخ کا محل قعود مستقبل القبلة ہی تھا اور یہ پانچوں نمازوں میں تھا' اذکار بعد السلام والی دیگر احادیث کے عموم سے بھی یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے' صاحب بدائع قعود مستقبل القبلة کو مذکورہ ذکر کا محل صرف فجر وعصر میں اور صاحب ردالمحتار صرف ظہر' مغرب' اور عشاء میں مانتے ہیں حالانکہ زیادہ قرین سنت بات یہ ہے کہ یہ محل ذکر پانچوں ہی نمازوں میں ہے اور یہ معنی لینے میں کوئی مانع نہیں ہے پھر نماز کے بعد ان اذکار کو پڑھنے سے فرض وسنت میں فصل کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے اور ان احادیث کے منشاء کی تکمیل ہوتی ہے جن میں فرض وسنت کے وصل سے منع کیا گیا ہے۔

۳۔ امام کا مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا (یعنی انصراف کرنا)

حنفیہ کی مفتی بہ رائے یہ ہے کہ فجر وعصر میں قعود مستقبل الناس مستحب ہے' اور ظہر' مغرب اور عشاء میں قعود مستقبل القبلہ بقدر اللهم انت السلام الخ کے بعد متصلاً نفل پڑھنا مستحب ہے۔ انصراف کو فجر وعصر کے ساتھ خاص کرنے کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ فرض کی ادائیگی کے بعد انصراف عن القبلہ (قبلہ سے مقتدی کی طرف پھرنا) یا تحول للتطوع (نفل پڑھنے کے لئے جائے امامت سے ہٹنا) بجائے خود مطلوب نہیں ہے۔ بلکہ اس کی اصل غرض زوال اشتباہ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں بحوالہ بدائع الصنائع مذکور ہے: ان المقصود من الانحراف هو زوال الاشتباه ای اشتباه انه فی الصلوة (۱/۳۵۷) چونکہ زوال اشتباہ کے مقصد میں انصراف یا تحول للتطوع دونوں ہی یکساں ہیں بلکہ یہ مقصد ذھاب الی البیت (گھر کے لئے اٹھ کھڑا ہونا) سے بھی پورا ہوسکتا ہے اس لئے امام کو ظہر' مغرب اور عشاء میں تینوں باتوں کا اور فجر وعصر میں دو باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار رہتا ہے' البتہ فجر وعصر میں اگر امام فوراً گھر نہ جانا چاہے تو اس کے لئے صرف ایک صورت (انصراف اور قعود مستقبل الناس) باقی رہتی ہے۔ جس سے کہ زوال اشتباہ کا مقصد پورا ہوسکتا ہے' ظہر' مغرب اور عشاء میں اگر امام فی الفور گھر نہ جانا چاہے تو اس کے لئے دو صورتیں اس مقصد کے لئے باقی رہتی ہیں یعنی انصراف یا تحول للتطوع چونکہ نفل پڑھنی ہی ہے اس لئے اسی کے ذریعہ زوال اشتباہ کے مقصد کو پورا کرنا آسان ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ فجر وعصر میں احناف نے انصراف کو اور ظہر مغرب اور عشاء میں تحول للتطوع (جائے امامت سے نفل پڑھنے کے لئے ہٹنا) کو معمول بہ قرار دیا' بدائع میں اس کی وضاحت یوں تحریر ہے: فان كانت صلوة لا تصلى بعد ها سنة كالفجر و العصر فان شاء الامام' قام و ان شاء قعد الا انه يكره المكث و المكث على هيئة' مستقبل القبلة لما روى عن عائشةؓ...... و لان مكثه يوهم الداخل فى الصلاة فيقتدى به فيفسد

اقتداءہ مکان المکث تعریضا الفساد اقتداء غیرہ به فلا یمکث، ولکنه لیستقبل القوم بوجهه ان شاء ان لم یکن بحذاءہ احد یصلی لما روی ان النبی ﷺ کان اذا فرغ من صلاة الفجر استقبل بوجهه اصحابه وقال هل رای احد کم رئویا فیه بشری بفتح مکة (۱/۴۳۲)

ترجمہ: جن نمازوں کے بعد سنت نہیں ہے جیسے فجر و عصر' ان میں امام چاہے تو سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہو یا بیٹھا رہے...... البتہ قبلہ روا پنی سابق ہیئت پر بیٹھے رہنا روایت عائشہؓ کی بنا پر مکروہ ہے۔ نیز یہ کہ یہ بات نئے آنے والے نمازی کو اس وہم میں ڈال سکتی ہے کہ امام ابھی نماز ہی میں ہے اس بناء پر وہ اس کی اقتداء کرنے لگے جو کہ فاسد ہوگی' گویا امام کا اپنی ہیئت پر ٹھہرے رہنا دوسرے کی فاسد اقتداء کا باعث بن سکتا ہے لہذا وہ ایسی ہیئت پر نہیں ٹھہرے گا' بلکہ اگر چاہے تو اپنا رخ لوگوں کی طرف کرلے گا' الا یہ کہ اس کے بالکل سامنے کوئی نماز میں مصروف ہو' چنانچہ نبی ﷺ سے مروی ہے کہ جب آپؐ نماز فجر سے فارغ ہوتے تو صحابہ کی طرف رخ کرکے پوچھتے' کیا کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے' اصل میں آپؐ کو ایک ایسے خواب کا انتظار تھا جس میں کہ فتح مکہ کی بشارت دی گئی ہو۔

وان کانت صلاة بعدها سنته یکرہ له' المکث قاعدا وکراهة القعود مرویة عن الصحابة...... ولان المکث یوجب اشتباہ الامر علی الداخل فلا یمکث' ولکن یقوم ویتنحی عن ذالک المکان ثم یتنفل لما روی عن ابی هریرة عن النبی ﷺ انه' قال: أیعجز احد کم' اذا فرغ من صلاته ان یتقدم او یتاخر (۱/۴۳۲)

ترجمہ: جس نماز کے بعد سنت ہے' اس میں امام کے لئے سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے رہنا مکروہ ہے یہ کراہت صحابہ سے مروی ہے...... نیز یہ کہ سلام کے بعد اپنی ہیئت پر ٹھہرے رہنا نئے آنے والے نمازی پر معاملہ کو مشتبہ کرنے والی بات ہے لہذا امام اپنی ہیئت پر نہیں ٹھہرے گا' بلکہ اٹھ کھڑا ہوگا' اور اس جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھے گا' کیونکہ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی اپنے کو اس بات سے عاجز پاتا ہے کہ اپنی نماز فرض سے فارغ ہوکر کچھ آگے یا پیچھے ہٹ جائے۔

اس سلسلہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ ظہر' مغرب اور عشاء میں "ذهاب الی البیت" گھر جانے کی صورت کو خارج کرکے قعود مستقبل الناس (لوگوں کی طرف رخ کرنا) یا تحول للتطوع (ہٹ کر نفل پڑھنا) کی جو صورتیں بچتی ہیں ان میں سے سنت نبوی سے قریب کون ہے؟ احادیث سے یہ بات پہلے ہی بالوضاحت سامنے آچکی ہے کہ قعود مستقبل الناس (لوگوں کی طرف رخ کرکے بیٹھنا) ہی تمام نمازوں میں آپ کا معمول تھا۔ لہذا یہی صورت امام کے لئے ظہر' مغرب اور عشاء میں مستحب قرار پائے گی۔ اور زوال اشتباہ کا مقصد اس سے بھی بدرجہ اتم پورا ہوجائے

گا۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا اشرف علی تھانویؒ جگہ سے ہٹ کر نفل پڑھنے کو سہل قرار دینے کے باوجود قعود مستقبل الناس کو ان نمازوں میں بھی مشروع قرار دیتے ہیں۔

اس بحث سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی کہ اللھم انت السلام الخ کے بقدر قبلہ رو بیٹھنا بلا تفریق ہر نماز میں امام کے لئے مستحب ہے' اسی طرح مقتدیوں کی جانب مڑ کر دیکھنا بلا تخصیص ہر نماز میں مندوب ہے۔

مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنے کی صورت:

اب سوال یہ ہے کہ انصراف و استقبال الناس کی صرف ایک ہی صورت ہے یا متعدد مشروع صورتیں ہیں؟ فقہا کرام نے اس کی تین صورتوں کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ مستقبل الناس منحرفا عن یمنیه (دائیں طرف مائل ہوکر مقتدیوں کی طرف رخ کرنا)

۲۔ مستقبل الناس منحرفا عن یساره و القبلة عن یمنیه (بائیں طرف مائل ہو کر مقتدیوں کی طرف رخ کرنا' اس طرح کہ قبلہ دائیں طرف ہو)

۳۔ مستقبل الناس مستدبر القبلة (مقتدیوں کی طرف سیدھے رخ کرنا کہ پیٹھ قبلہ کی طرف ہو)

منیۃ المصلی کی شرح غنیۃ المتملی میں درج ہے:

فاذا اتمت صلاة الامام فهو مخیر ان شاء انحرف عن یساره و جعل القبلة عن یمنیه' و ان شاء انحرف عن یمنیه...... و ان شاء استقبل الناس بوجهه ...... هذا ...... اذا لم یکن بعد الصلاة المکتوبة تطوع کالفجر و العصر (غنیۃ المتملی /۳۴۰)

ترجمہ: جب امام نماز پڑھا چکے تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو اپنے بائیں جانب مڑے اور قبلہ کو دائیں طرف رکھے' یا اپنے دائیں طرف مڑے...... یا سیدھے لوگوں کی طرف رخ کرے...... یہ صورت اس نماز میں ہے جس میں فرض کے بعد نفل نہ ہو جیسے فجر اور عصر۔

احادیث میں اقبال علی الناس بوجھہ' (لوگوں کی طرف رخ کرنا) کے الفاظ مطلق بھی مذکور ہیں اور عن الیمین (دائیں طرف مڑ کر) نیز عن الشمال (بائیں طرف مڑ کر) کی قید کے ساتھ بھی اطلاق کی صورت میں دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ آپ قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوں' دوسرے یہ کہ انصراف عن الیمین (دائیں طرف مڑنا) یا عن الیسار (بائیں طرف مڑنا) کو ہی اقبال علی الناس بوجھہ' سے تعبیر کیا گیا ہو' فقہاء نے عام طور پر استقبال الناس کو عن الیمین او الیسار ' پر ہی محمول کیا ہے' صاحب نفع قوت المغتذی (حاشیہ ترمذی) نے اس پر درج ذیل تشریحی نوٹ قلمبند کیا ہے:

علی یمینه و علی شماله یعنی ان الامر واسع لم یجب الاقتصار علی

جانب واحد لما یجی ' وقد صح الامر ان عنه ﷺ لما یروی عن علی انه قال ان کانت حاجته الخ قال علی القاری: فان استوی الجانبان فینصرف الی ای جانب شاء والیمین اولی 'لانه ﷺ کان یحب التیامن فی کل شئی ' انتهی ' فعلم من ذالک ان الانصراف علی الیمین مندوب ' وعلی الشمال رخصة ' کذا یفهم من الطیبی ' وقول ابن مسعودؓ لا یجعل احدکم للشیطان الخ هذا اذا اعتقد الوجوب کما یدل کلمة علیه ' قال الطیبی فیه ان مع اصر علی ماهو مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشیطان من الاضلال (ترمذی ا/۴۰)

ترجمہ: دائیں اور بائیں مڑ کر بیٹھنے کا مطلب یہ ہوا کہ معاملہ میں کشادگی ہے' مخصوص طور پر کسی ایک ہی جانب میں حصر کرنا واجب نہیں ہے' نبیؐ سے دونوں ہی طرح بیٹھنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جیسی ضرورت ہوتی آپؐ ویسا ہی کرتے' ملا علی قاری کہتے ہیں کہ اگر امام کیلئے دونوں ہی جانب برابر ہوں تو جس طرف چاہے مڑے' البتہ دائیں جانب زیادہ بہتر ہے' کیونکہ نبیؐ کو ہر چیز میں تیامن (دائیں ہاتھ سے اور دائیں طرف سے شروع کرنا) پسند تھا' اس سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف مڑنا مستحب ہے اور بائیں طرف رخصت ہے' علامہ طیبی کے بیان سے یہی سمجھ میں آتا ہے' جہاں تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کا تعلق ہے کہ'' تم میں سے کوئی اپنی نماز میں یہ باور کر کے شیطان کے لئے حصہ نہ بنادے کہ اس پر دائیں طرف یہی مڑنا واجب ہے' یہ دراصل اسوقت ہے جب واجب ہونے کا اعتقاد رکھے جیسا کہ حقاً علیہ میں لفظ علیہ سے واضح ہے اس سلسلہ میں علامہ طیبی کہتے ہیں کہ جو شخص کسی مندوب چیز پر اصرار کر کے اسکو لازم بنادے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان گمراہ کرنے کا کچھ حصہ پا لیتا ہے۔

جائے امامت سے ہٹ کر نفل پڑھنا (تحول للتطوع)

نفل پڑھنے کے لئے جائے امامت سے ہٹنے کی چار صورتیں کتب فقہ میں مذکور ہیں:

۱۔ تحول یمنیاً (دائیں ہٹ کر پڑھنا)

۲۔ او شمالاً (بائیں ہٹ کر پڑھنا)

۳۔ او اماما (آگے ہٹ کر پڑھنا)

۴۔ او خلفاً (پیچھے ہٹ کر پڑھنا)

دو مزید صورتیں ہیں جو تحول کی تو نہیں ہیں مگر وہ تطوع (نفل پڑھنے) ہی سے متعلق ہیں: ایک انتقال الی

البیت للتطوع (نفل کے لئے گھر جانا) اور دوسرے تطوع خلف المقتدی فی المسجد (مسجد میں مقتدیوں کے پیچھے نفل پڑھنا) گویا ضابطہ یہ ہے کہ امام جائے امامت پر نفل نہ پڑھے، یہ مکروہ ہے:

یکرہ للامام التنفل فی مکانہ' (ردالمحتار ۱/۳۵۶) باقی جہاں چاہے پڑھے۔

وخیرہ' فی المنیۃ بین تحولہ یمینا و شمالا و اماما و خلفا و ذھابہ لبیتہ (ارد المختار بھامش ردالمحتار ۱/۳۵۷)

یعنی کتاب منیۃ المصلی میں امام کے لئے پانچ متبادل ہیں ان میں سے جسے چاہے اختیار کرے: دائیں طرف ہٹے یا بائیں طرف یا آگے کی جانب یا پیچھے کی جانب یا اپنے گھر چلا جائے۔

وفی المنیۃ ..... وان کان بعدھا تطوع و قام یصلیہ یتقدم او یتاخر او ینحرف یمینا او شمالا او یذھب الی بیتہ فیتطوع ثمہ (۱/۳۵۷) یعنی منیۃ المصلی، میں مذکور ہے کہ اگر فرض کے بعد نفل ہو تو بھی یہ پانچوں متبادل ہیں: آگے بڑھ کر نماز پڑھے یا پیچھے ہٹ کر یا دائیں ہٹ کر یا بائیں ہٹ کر یا گھر جا کر۔

فتاوی ہندیہ کی عبارت درج ذیل ہے:

و اذا سلم الامام من الظھر و المغرب و العشاء کرہ لہ المکث قاعدا' لکنہ یقوم الی التطوع' و لا یتطوع فی مکان الفریضۃ و لکن ینحرف یمنۃ او یسرۃ او یتاخر' و ان شاء رجع الی بیتہ یتطوع فیہ' ان کان مقتدیا او یصلی وحدہ ان لبث فی مصلاہ یدعو جاز و الکل سواء (۱/۷۷)

ترجمہ: ظہر، مغرب اور عشاء میں جب امام سلام پھیر لے تو اس کے لئے بیٹھے رہنا مکروہ ہے، بیٹھنے کے بجائے وہ نفل پڑھنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا۔ جس جگہ فرض نماز پڑھائی ہے۔ ٹھیک اسی جگہ نفل نہیں پڑھے گا بلکہ تھوڑا دائیں یا بائیں یا پیچھے ہٹ جائے گا۔ یا چاہے تو گھر جا کر نفل پڑھے، البتہ اگر نمازی مقتدی یا منفرد ہو تو اس کے لئے اپنی جگہ پر ٹھہر کر ذکر و دعا کرنا جائز ہے۔ اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی سابق ہی جگہ پر یا پیچھے ہٹ کر یا ذرا دائیں یا بائیں ہٹ کر نفل کے لئے کھڑا ہو، یہ سب صورتیں اس کے لئے برابر ہیں۔

سلام پھیرنے کے بعد اذکار:

نماز جماعت کے بعد کون سی اذکار پڑھی جائیں، اس سلسلہ میں چند بنیادی باتیں پیش نظر رہنی چاہئیں:

سلام پھیرنے کے متصلاً بعد حالت قعود مستقبل القبلہ میں یعنی قبلہ رو بیٹھے ہوئے ذکر یا دعا کی مقدار حدیث کی رو سے اللھم انت السلام الخ کے بقدر ہے طحطاوی نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

انہ لیس المراد انہ ﷺ کان یقول ذالک بعینہ' بل کان یقعد زمانا یسع ذالک المقدار و نحوہ من القول تقریبا ...... لأن المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید' فقد یسع کل واحد من ہذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینھما (طحطاوی علی مراقی الفلاح/۱۷۰)

ترجمہ: یہ مطلب نہیں ہے کہ نبیؐ ہمیشہ بعینہ یہی ذکر ورد کرتے تھے' بلکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اپنی ہیئت پر اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنے میں اللھم انت السلام الخ یا تقریباً اتنے ہی کلمات ذکر ادا کئے جا سکیں...... کیونکہ مذکورہ مقدار کی حیثیت تقریبی ہے نہ کہ تحدیدی...... ان اذکار میں سے ہر ایک کی گنجائش یہاں موجود ہے' کیونکہ ان دونوں (اللھم انت السلام الخ اور کسی منقول ذکر) کے درمیان زیادہ فرق نہیں ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ نماز کے بعد دو طرح کے اذکار روایات میں منقول ہیں۔ ایک قسم کے اذکار وہ ہیں جو حضورؐ امامت فرمانے کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ یہاں یہی اذکار مراد ہیں' دوسری قسم ان اذکار وادعیہ اور تعوذات کی ہے جن کی تلقین آپؐ نے وقتاً فوقتاً مختلف صحابہ کرام کو مقتدی یا منفرد کی حیثیت سے نماز کے بعد پڑھنے کے لئے فرمائی یا آپؐ نوافل وغیرہ کے بعد پڑھا کرتے تھے' علامہ ابن ھمام لا یقعد الامقدار مایقول اللھم انت السلام الخ' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مقتضی العبارۃ ان یفصل بذکر قدر ذالک تقریباً' فاما مایکون من زیادۃ غیر متقاربۃ مثل العدد (المنقول) من التسبیحات و التحمیدات و التکبیرات فینبغی استنان تاخیرہ عن السنۃ البتۃ' و کذا آیۃ الکرسی وما ورد فی الاخبار لا یقتضی وصل ہذہ الاذکار بل کونھا عقیب السنۃ (حاشیہ ترمذی ۱/۳۹)

ترجمہ: عبارت کا مقتضی یہ ہے کہ تقریباً اس مقدار کے ذکر و دعا سے (فرض و نفل کے درمیان) فصل کیا جائے۔ اور جو گنتی کر کے پڑھنے کے لئے کچھ مزید کلمات تسبیح وحمد وتکبیر منقول ہیں' انہیں سنت کے بعد پڑھنا مسنون ہے (نہ کہ فرض کے بعد) اسی طرح آیۃ الکرسی اور دیگر ماثور اذکار کو فرض سے متصلا پڑھنا اس کا مقتضی نہیں ہے' بلکہ سنت کے بعد انہیں پڑھنا چاہیے۔

آخر میں اس بات کا استحضار ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی نوعیت بالاتفاق کلیۃً استحبابی ہے۔ مسئلہ کو احادیث و اسوہ رسولؐ اور آثار وعمل صحابہ کی روشنی میں سمجھ لینے کے بعد ہر استحبابی عمل کی طرح یہاں بھی امام مسجد کو اختیار ہے کہ حسب موقع وضرورت جس پر چاہے عمل کرے۔ اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ۔

(قسط نمبر 7) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

ازدواجی تعلقات اور

شوہر بیوی کے لئے ضروری تنبیہات وہدایات

(تنبیہ الزوجین)

جنسی بے راہ روی کی انتہا

اسلام کیا ہے:

تعلیم اسلام سے بے رغبتی، انگریزی تعلیم اور معاشرت میں سرکاری طور پر پسندیدگی کا نتیجہ ہے کہ آج کل کے مسلمانوں میں سے اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ اسلام نے صرف، نماز، روزے، زکاۃ، حج اور چند چیزیں مثلاً جنت و دوزخ اور قیامت کے بارے میں احکامات دیئے ہیں۔ انسان کے ظاہری، باطنی حالات متعلقہ سے اسے کوئی تعرض نہیں، یعنی جو چاہے کرو، کھاؤ اور پہنو، جو دل چاہے، اپنی مرضی کے مطابق کاروبار اور لین دین کرو، خرید وفروخت کرو، اللہ ورسولؐ کے احکامات اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لو، معیشت و معاشرت میں اسلام کا کوئی عمل دخل نہیں، اپنے نفس کو اپنی مرضی کی صفات سے متصف کرتے رہو، غیر قوموں کو جنہیں ایڈوانس بتاتے ہو، ہر غلط کام میں ان کی تقلید کرو، کہہ دو کہ ہم نماز تو پڑھتے ہیں یعنی نماز پڑھنے کے ساتھ تمہیں تمام جملہ امور میں آزادی ہے۔ جس میں نہ الوہیت ورسالت کی تنظیم ہے، نہ معاملات کے احوال کی تعلیم، نہ اخلاق وآداب کی تفہیم، نہ مقامات نفس کی تکمیل، بس قدیم فلاسفروں مثلاً فرائیڈ، نیوٹن، بائیرون، جن کو ان لوگوں نے ''ماسٹر مائنڈ'' کہہ دیا ان کی مثالیں دے دے کر عوام سے باتیں کرو اور ان پر اپنی مغربی حجت تمام کرو۔

بالخصوص مستورات، شب وروز نماز، روزے، تلاوت قرآن کا اہتمام ضرور کرلیتی ہیں مگر اصلاح نفس۔ مثلاً چغل خوری، غیبت، بدخوئی، کرتی رہتی ہیں، اور ''ہیچوں من دیگرے نیست'' کے مصداق ہر کسی کو اپنے سے کمتر سمجھتی ہیں، مسائل کے استعلام کے اہتمام نہ کرنے سے یہ خلا پر ہونے سے رہ جاتا ہے اور تعلیم یافتہ مستورات کی کثرت ڈگریاں لینے کے چکر میں نصف عمر گزار دیتی ہیں اور پھر حرص وہوس، حب دنیا میں پھنستی چلی جاتی ہیں، فیشن کا سیلاب خواتین کو لے کر ڈوبا جارہا ہے، فیشن کے لئے پیسے درکار ہوتے ہیں، پیسے کہاں سے آئیں، شوہروں کی قوم اپنی استطاعت سے بڑھ کر ہیرا پھیری کرکے معاملات میں جھوٹ بول کر، کام کرانے کے پیسے لے کر گھر کا سکون قائم کرنے میں کوشاں رہتے ہیں، مگر خواتین کو غرض

نہیں، وہ تو ھل من مزید ہی کہتی رہتی ہیں۔

ایک طبقہ فکر ایسا ہے جو شریعت اور طریقت کو الگ الگ سمجھتا ہے، حقیقت کو اصل مقصود اور شریعت کو انتظامی قانون سمجھتا ہے، خیالات کو مکاشفات اور مکاشفات کو فوق الیقینیات تصور کرتا ہے، حالانکہ جس نے کتاب وسنت کو التفات نظر سے دیکھا وہ ان سب امور کی تعلیم کو صاف اور کھلے الفاظ میں پڑھے گا، پھر اس کا جواب کہاں کہ اسلام نے صرف عقائد اسلام سکھائے اور معاملات ومعاشرت وتصرف نہیں بتلایا۔

قرآن کیا کہتا ہے:

اس سے پہلے ہم کچھ اپنی طرف سے کہیں، دو انتہائی مستند ارشادات غیبت کے بارے میں سن لیں، پہلا ارشاد رب العالمین کا ہے جو سب سے بہتر جاننے والا ہے، فرماتا ہے (سورۃ الحجرات۔۱۲)

یا یھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ و اتقو اللہ ان اللہ تواب رحیم

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو، کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں تجسس مت کیا کرو، اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے ہاں کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، دیکھو تم خود اس سے نفرت کرتے ہو، اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ یہاں قرآن کریم نے تین باتوں سے منع کیا ہے۔ (۱) گمان (۲) تجسس (۳) غیبت

گمان:

مطلقاً گمان کرنے سے نہیں روکا گیا، بعض گمان بلاشک وشبہ گناہ ہوتے ہیں مگر ایک قسم کا گمان وہ ہوتا ہے جو اخلاق کی نگاہ میں پسندیدہ ہے، مثلاً اس کے رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان سے نیک گمان کرنا، اور حسن ظن رکھنا، جس کے متعلق بدگمانی کی معقول وجہ نہ ہو۔

دوسری قسم کا گمان وہ ہوتا ہے جس سے کام لینے کے بغیر عملی زندگی میں گزارہ نہیں، مثلاً عدالت میں اس کے بغیر کام نہیں چلتا کہ لوگ حاکم عدالت کے سامنے پیش ہوں، حاکم ان کو سن کر غالب گمان کی تحت فیصلہ کرے۔

تیسری قسم کا گمان جو درحقیقت گناہ ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے بلاسبب بدگمانی کرے اور دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرنے میں ہمیشہ بدگمانی سے ابتداء کرے کہ ''ارے وہ '' وہ تو ایسا ہی آدمی ہے' اگر اس شخص نے کوئی اچھا بھی کام کیا ہو تو محض سوئے ظن سے کام لے کر اس کو برائی پر محمول کیا جائے، مثلاً کسی کا چلن اچھا نہ ہو اور وہ نماز پڑھنے مسجد میں آیا ہو اور نماز پڑھ کر واپس چلا گیا، وہیں کسی شخص کا جوتا نہ ملے تو فوراً کہہ دیا جائے کہ فلاں شخص بھی یہاں تھا، وہ ہی لے گیا ہوگا اس کا چال چلن اچھا نہیں، یہ

گمان قطعاً غلط اور گناہ ہے' لہذا گمان کرنا بعض حالات میں ناگزیر ہے اور بعض حالات میں ایک حد تک ناجائز ہے بلکہ گناہ بھی ہو جاتا ہے۔

تجسس: تجسس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دوسروں کے راز نہ ٹٹولو۔ کسی کے عیب نہ تلاش کرو' دوسروں کے معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو' بدنیتی اور دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے "کریز" یا کرید نہ کرتے رہا کرو۔ یہ سب کچھ شرعاً ممنوع ہے۔ ایک مرتبہ خاتم الانبیاء ﷺ نے ایک خطبہ کے دوران تجسس کرنے والوں کے لئے فرمایا۔

ترجمہ: اے لوگو! جو تم زبان سے ایمان لے آئے ہو۔ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا۔ مسلمانوں کے پوشیدہ حالات معلوم کرنے کے لئے کھوج نہ لگایا کرو۔ جو شخص مسلمانوں کے عیب ڈھونڈتا ہے۔ خبردار رہو' اللہ جس کے در پہ ہو جائے اس کو گھر میں رسوا کر کے چھوڑتا ہے" (ابوداؤد)

جس شخص نے کسی کا مخفی عیب دیکھ لیا اور اس پر پردہ ڈال دیا۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے ایک زندہ گاڑی (دفن) ہوئی بچی کو موت سے بچالیا۔ (الجصاص)

تجسس کرنے کی ممانعت ہر مسلمان کے لئے ہے۔ کسی فرد و بشر' امیر و غریب کے لئے مخصوص نہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بہت مشہور اور سبق آموز ہے۔ حضرت عمرؓ خلیفہ تھے' رات کو خموشی سے گشت کیا کرتے تھے' ایک رات گشت پر تھے' ایک گھر کے پاس سے گزرے تو گھر کے اندر سے گانے کی آواز سنائی دی' آپؓ کو بھکی بھکی آواز پر شک گزرا۔ آپؓ نے پکار کر کہا' اے دشمن خدا۔ تو خدا کی نافرمانی کر رہا ہے' شراب پی رہا ہے' غیر عورت بھی پاس ہے' تو سمجھتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کرتے رہے گا اور میری نگاہ سے بچ جائے گا۔ وہ شخص بولا: "امیر المومنین! اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ سن لیں کہ آپ نے تین گناہ کئے ہیں۔ پہلا گناہ' اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا۔ آپ نے تجسس کیا۔ باہر کھڑے آپ گانا سنتے رہے اور سوچتے رہے کہ یہ گانا کون گا رہا ہے' یہ تجسس ہے جو آپ نے کیا۔ دوسرا گناہ' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب کسی کے گھر جاؤ' دروازے پر دستک دے کر اجازت ملنے پر اندر داخل ہو۔ تیسرا گناہ' اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ کسی کے گھر میں بغیر اجازت نہ گھسو۔ آپ میرے گھر میں اجازت تو کجا' دیوار پھاند کر اندر آئے۔ آپ امیر المومنین ہیں تو کیا' اللہ کے صریح احکامات کی خلاف ورزی آپ نہیں کر سکتے۔ میں تو گناہ کر رہا ہوں مگر آپ کسی کو کیا ہدایات دیں گے جب آپ خود ہی اسلامی' قرآنی اور احکامات کی تعمیل نہیں کرتے۔" حضرت عمرؓ چپ ہو گئے۔ صرف شراب اور عورت کی طرف اشارہ کیا فرمایا یہ: نہ کیا کرو' اور اپنی غلطی کا اقرار کر کے معافی مانگی اور چلے آئے۔ اگلے دن وہ شخص آپ کے پاس آیا' اپنی غلطی اور گناہ کی معافی مانگی اور توبہ تائب ہو گیا۔ پھر اس شخص نے کبھی شراب نہیں پی۔

غیبت:

غیبت کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ آدمی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کے متعلق ایسی بات کہے جو اس کے بارے میں

معلوم ہو اور جو اس کے منہ پر نہ کہہ سکے۔ حضور ﷺ نے غیبت کی تعریف یہ فرمائی ہے۔

''تو اپنے بھائی کا ذکر اسی طرح کرے جو اسے ناگوار گزرے''۔ عرض کیا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ بات موجود ہو یا وہ کرتا ہو تو اس صورت میں کیا ارشاد ہے۔ فرمایا ''ہاں اگر اس میں یہ بات موجود ہو یا اس نے ایسا فعل یا عمل کیا تو تو نے اس کی غیبت کی۔ اور اگر اس میں وہ بات موجود نہ ہو تو اس پر بہتان لگایا جو اس سے بڑا گناہ ہے۔''

اس ارشاد کے مطابق غیبت اور بہتان گناہ ہیں۔

غیبت کے بارے میں محدثین اور فقہا نے لکھا ہے کہ ایک صورت میں یہ غیبت جائز بھی ہے جب ایک صحیح ضرورت کی تحت اس کی ضرورت پڑ جائے اور وہ ضرورت اس کے بغیر پوری نہ ہو سکے۔ مندرجہ ذیل عورتوں میں اس کی جائز قرار دیا۔

۱۔ ظالم کے خلاف مظلوم کی شکایت، جب یہ توقع ہو کہ اس شخص کو کسی ظالم سے بچایا جا سکتا ہے۔

۲۔ اصلاح کی نیت سے کسی شخص کی برائیوں کا ذکر کر دینا۔

۳۔ کسی مفتی دین کے سامنے واقعات بتا دینا اور اس کے بارے میں شرعی معلومات حاصل کرنا،

۴۔ لوگوں کو کسی شے سے خبردار کرنے کے لئے، تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

۵۔ کسی شخص کے بارے میں لوگوں کو متنبہ کرنا جو فسق و فجور پھیلاتا ہو، گمراہی کی اشاعت کرتا ہو، خلق خدا کو بے دینی کے فتنوں میں مبتلا کرتا ہو۔

مگر غیبت کرنے والے کو جب احساس ہو کہ اس نے سچ مچ غیبت کی ہے اور گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اس کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، اور آئندہ اس فعل حرام سے رک جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ اس فعل کو گھناؤنا تصور قرار دیا ہے۔ مردار کا گوشت کھانا بذات خود ایک قابل نفرت حرکت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نظر میں غیبت کو گناہ فرمایا گیا ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس شخص کے بارے میں دل آزار باتیں کی جائیں جو اس کی موجودگی میں نہیں کر سکتے۔

رسولؐ کیا فرماتے ہیں:

آپ سورۃ الحجرات پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ غیبت کیا ہے، معمولی چیز ہے؟ ''کہ اپنے بھائی کی اس بات کا ذکر جو اسے بری گئے اس کے پیٹھ پیچھے مت کرو'' ہمیں تو رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے بتایا کہ وہ بات جو غیبت کہلاتی ہے وہ کیا ہے۔ سن لو! چاہے وہ بات اس کے دین یا نسب کے بارے میں ہو یا قول و فعل کے متعلق ہو یا دین و دنیا سے کہی گئی ہو حتیٰ کہ اس کے کپڑے، گھر یا سواری کے بارے میں ہو جو آپ اس کے سامنے نہ کہہ سکیں۔

حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس عورت کی اوڑھنی (دوپٹہ) لمبا تھا یا چھوٹا تھا یا میلا اور

گندہ تھا' حضور ﷺ نے فرمایا' یہ بھی غیبت ہے' عرض کیا گیا کہ وہ عورت تو لمبی ہے یا پست قد ہے' فرمایا یہ بھی غیبت ہے۔

سرور کائنات ﷺ نے فرمایا' غیبت سے بچتے رہو' تین آفات اس کے پیچھے ہیں۔

(۱) غیبت کرنے والی کی دعا قبول نہیں ہوتی

(۲) غیبت کرنے والے کی نیکی قبول نہیں ہوتی۔

(۳) اس پر گناہوں کا ڈھیر لگتا جاتا ہے' نیکیوں سے گناہ نہیں دھلتے۔

چنانچہ اگر کسی کو آخرت کی فکر ہے تو غیبت سے ہر ممکن دور رہے' آپ اگر عاقبت کے واسطے نیکیوں کو بچانا چاہتے ہیں تو غیبت نہ کیا کریں' امام غزالیؒ سے مروی ہے کہ حضرت انسؓ بن مالک نے روایت بیان فرمائی ایک دن نبی اکرم ﷺ نے روزہ کھولتے وقت ایک عورت کو دیکھا اور فرمایا کہ تم نے روزہ نہیں رکھا' وہ عورت بولی ''اللہ کے رسول ﷺ میں نے کبھی روزہ نہیں چھوڑا اور آج بھی روزے سے تھی'' فرمایا گیا ''نہیں تیرا روزہ نہیں تھا'' وہ بولی بلکہ روتے ہوئے بولی ''میں روزے سے تھی'' ارشاد ہوتا ہے ''تم نے روزہ میں غیبت کی تھی''

مسلمان عورتیں اور غیبت:

اس واقع سے مسلمان عورتیں سبق سیکھ لیں وہ بھول چوک' کم آگاہی سے کیا کھوتی ہیں' اگر میں کہہ دوں کہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں میں غیبت کا مادہ زیادہ ہوتا ہے تو حق بہ جانب ہوں' یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ مرد آپس میں بیٹھ کر کم باتیں کرتے ہیں مگر عورتیں جب مل بیٹھتی ہیں تو باتوں کے دفتر کھل جاتے ہیں' حد تو یہ ہے کہ بعض مواقع مثلاً ختم قرآن' میلاد النبی' محرم کی مجالس میں بھی آپس میں کھسر پھسر کرتی رہتی ہیں' جہاں دو عورتیں بیٹھیں تیسرے شخص یا عورت کی باتیں شروع ہو گئیں یہ بات بھی آپ کو معلوم ہے کہ غیب کرنے والا ہی نہیں بلکہ غیبت سننے والا بھی گنہگار ہوتا ہے' چنانچہ آپ اگر کسی کو غیبت کرتے سنیں تو اسے منع کر دیا کریں کہ میں ورنہ اس جگہ سے اٹھ کر چلے جائیں۔

''کیمیاے سعادت'' میں لکھا ہے کہ حضرت حسن بصریؒ کی کسی شخص نے غیبت کر دی' جب انہیں معلوم ہوا تو آپ نے ایک خوان کھجوروں کا بھر کر اس کو بھیجا۔ اور کہلایا کہ تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے اپنی تمام عبادات بطور ہدیہ مجھے دے دیں۔ میری طرف سے یہ نذرانہ قبول کر لو'

عورتیں بلاشبہ عیب جوئی میں ماہر ہوتی ہیں' اگر کسی کے بارے میں تھوڑی بہت بات معلوم ہو جائے تو اس بات تھوڑی بہت نمک مرچ ملا کر آگے بڑھا دیتی ہیں' بس انہیں چاہیے کہ محتاط رہیں' اگر کسی کے متعلق کوئی عیب والی بات کو معلوم بھی ہو جائے تو اس بات کو بھول جائیں یا کسی کو مت بتائیں' اس طرز عمل سے خدا راضی ہوتا ہے' اور تمہارے عیب چھپاتا ہے اور جو دوسرے کے عیبوں کا دوسرے سے ذکر کرتا رہتا ہے' تو سوچ لیں کہ ہر ایک میں عیب ہوتے ہیں' بے عیب ذات اللہ کی ہے' اگر وہ آپ کے عیب کھول دے تو کیا بنے گا۔

غیبت کیا گل کھلاتی ہے:

ایک طویل حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہماری یہ غیبت کرتا ہے تو دراصل وہ اپنی نیکیاں ہمارے نامہ اعمال میں منتقل کرتا ہے' چنانچہ یہ اگر معلوم ہو جائے کہ کسی نے ہماری برائی کر لی ہے تو دراصل وہ اپنی نیکیاں ہمارے نامہ اعمال میں بھیج رہا ہے اس پر صبر کرنا افضل ہے' یہ نہ کریں کہ آپ اس کی غیبت شروع کر دیں تو حساب برابر ہو جائے گا' اس حدیث مبارکہ سے یہ اندازہ لگائے کہ ابونعیم نے معرفہ بن شعیب بن سعد سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کو قیامت کے دن اس کا پورا اعمال نامہ دکھایا یا سنایا جائے گا۔ ہم خود کبھی سوچتے تھے کہ نامہ اعمال فرشتے لکھتے ہیں' اتنا سارا کیسے لکھتے ہوں گے۔ وڈیو کیسٹ (سی۔ڈی) کی ایجاد نے انہیں سمجھا دیا کہ فرشتے کمپیوٹر ڈسک جو لاکھوں سال قبل ہی وہاں ایجاد ہو چکی ہے' بس بٹن دباتے ہیں اور آپ کی تمام باتوں کی ''سی۔ڈی'' تیار کر لیتے ہیں' تو گزارش یہ ہے کہ جب آپ دیکھیں گے اپنی سی۔ڈی میں نیکیاں کہاں سے آئیں میں نے یہ نیکیاں نہیں کیں تھیں تو جواب ملے گا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی تھی اس کی نیکیاں آپ کے حساب میں منتقل کر دی گئیں۔

غیبت نہیں ہوتی:

اگر کسی بھائی کی برائی افسوس کے طور پر کی جائے۔ یا بیان کی جائے کہ مجھے افسوس ہے کہ ایسا کام کرتا یا کوئی اس کا ذکر کر رہا ہے تو آپ کہہ دیں مجھے افسوس ہے کہ وہ یہ کام کرتا ہے تو یہ بات سننا اور کہنا غیبت نہیں ہے۔

ایک شخص نماز باقاعدہ پڑھتا' روزے باقاعدہ رکھتا ہے' اگر یہ شخص زبان یا ہاتھ سے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے اس کی اسی ضرر رسانی سے لوگوں کو بیان کرنا غیبت نہیں' مگر یہ بات سمجھ لیں کہ یہ ضروری نہیں اس شخص کے اگلے پچھلے عیوب اور یہ کہنا کہ یہ نماز اور روزے رکھنے والے ایسے ہوتے ہیں درست نہیں صرف لوگوں کو اس کی حرکتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ اس کے نماز روزے سے دھوکہ نہ کھائیں۔

ایک مقام پر اسی بات کے متعلق سرور کائنات ﷺ نے فرمایا' تم فاجر کے ذکر سے ڈرتے رہو' صرف جو خرابی اس میں ہے بیان کر دو' تاکہ لوگ اس سے گریز اور پرہیز کریں' مگر جس شخص نے اعلانیہ برا کام کیا اس کی پرواہ نہ کی کہ لوگ اسے دیکھ کر کیا کہیں گے۔ اس کی اس حرکت کا بیان کر دینا غیبت نہیں ہوتی۔

آپ کا فکر و عمل کیسا ہو:

اخلاق انسانوں کے باہمی تعلقات میں ضابطوں' ذمہ داریوں اور جوابدہی کا نظام ہے جب انسانوں کا فکر و عمل کائنات کو تخلیق کرنے والے کے پلان سے مختلف و متصادم ہو جاتا ہے تو نظام اخلاق درہم برہم ہو جاتا ہے۔ انسان دوسرے انسان کے لئے اذیت' استحصال' ظلم' بربریت جبر و تشدد کا باعث بن جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں پیدا ہونے والے نقصان دہ حالات کا مداوا روپیہ پیسہ نہیں بلکہ احساس ذمہ داری ہے جس کی وجہ سے انسان نوع انسان کا شکار ہونے کی

بجائے ان کا ہمدرد اور غم خوار بننے کو ترجیح دیتا ہے۔اس کے لئے خوفِ خدا اور خشیت الہٰی سے گردن جھکا لیتا ہے۔

ان افکار میں ہمارے ہاں بغیر سوچے سمجھے مرد اور عورتیں دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں' ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ''مومنوں کی مثال آپس کی محبت' وابستگی' اور ایک دوسرے پر رحم و شفقت کے معاملہ میں ایسی ہے جیسے ایک جسم کی حالت ہوتی ہے کہ اس کے کسی عضو کو بھی تکلیف ہو تو سارا جسم اس میں مبتلا ہو جاتا ہے'' (بخاری' مسلم)

قرآن عظیم کہتا ہے: یآیھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم ...... ھم الظلمون (الحجرات۔۱۱)

ترجمہ: اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن نہ کرو' اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے پکارو' یا یاد کرو۔ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے' جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ بہت ظالم ہیں۔''

آپ دیکھ لیں قرآن پاک ہمیں کس کس طرح معاشرتی برائیوں اور خرابیوں سے متنبہ کرتا ہے۔صاف صاف الفاظ میں تمام اخلاقی برائیوں کے سد باب کی تاکید کرتا ہے' جو بالعموم معاشرے میں موجود ہوتی ہیں' ایک دوسرے کی عزت پر حملہ ایک دوسرے کی دل آزاری۔ایک دوسرے سے بدگمانی' ایک دوسرے کے عیوب ڈھونڈنا' اور عیوب میں تجسس۔دراصل یہی اسباب ہیں جن سے آپس کی عداوتیں جنم لیتی ہیں' اور طرح طرح کے فتنے جنم لیتے ہیں' اسلام ہر شخص کی ایک بنیادی عزت کا قائل ہے۔قطع نظر اس کے کہ معاملہ حقیقت پر مبنی ہے یا نہیں۔بس ایک آدمی نے دوسرے کی تذلیل کی (پیٹھ پیچھے یا سامنے) اگر اس میں کوئی شرعی جواز نہیں تو مجرم بن جانے کے لئے کافی ہے۔

ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑاؤ:

مذاق اڑانے سے مقصد و مراد محض زبان ہی سے کسی کا مذاق اڑانا مطلوب نہیں' بلکہ کسی کی نقل اتارنا' اس کی طرف اشارے کرنا' اس کی باتوں پر' لباس پر ہنسنا۔اس کے عیب کی طرف لوگوں کی توجہ دلانا تاکہ لوگ اس پر ہنسیں۔

ان باتوں کا مقصد یہ ہے کہ ایک شخص کی کسی نہ کسی طرح تضحیک کرے یہ سب اخلاقاً سخت معیوب ہیں۔اس بات سے اس شخص کی دل آزاری ہے' اس وجہ سے یہ فعل حرام کیا گیا ہے اور فسق کہلاتا ہے۔قرآن کریم میں آتا ہے'' و لا تلمزوا انفسکم (الحجرات۔۱۱)

جس کے اندر طعن و تشنیع کا علاوہ دوسرے مفہومات بھی شامل ہوتے ہیں' مثلاً' چوٹیں کرنا' پھبتیاں کہنا' الزام دھرنا' اعتراض جڑنا' عیب جوئی کرنا' (یہ سب کام کھلم کھلا' اشاروں سے یا زبان سے کرنا ایک جیسے فعل ہیں) یہ باتیں چونکہ تعلقات خراب کرتی ہیں' اس وجہ سے حرام قرار دی گئی ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں' کلام الہٰی کی بلاغت کہ مرد اور عورتوں کا الگ الگ ذکر فرمایا گیا اس کی وجہ صرف اور صرف یہ

ہے کہ اسلام سرے سے مخلوط سوسائٹی کا قائل نہیں ہے ایک دوسرے کی تضحیک بالعموم بے تکلف محفلوں میں ہوا کرتی ہے اور اسلام میں یہ گنجائش نہیں ہے کہ غیر محرم مرد اور عورتیں کسی محفل میں ایک ساتھ بیٹھیں اور آپس میں ہنسی، ٹھٹھا کریں اسلئے اس بات کو ایک مسلم معاشرے میں قابل تصور، قابل عمل، تصور نہیں کیا گیا، کہ ایک محفل میں مرد کسی عورت کا یا عورت کسی مرد کا مذاق اڑائیں آج کل کے ترقی یافتہ مرد اور عورتیں اس بات سے سبق سیکھیں کہ مشترکہ مجالس ومحافل کا اہتمام کرنے والے اور شرکت کرنے والے اس باری تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا اور آخرت میں ہم جواب دہ ہوں گے۔

برے القاب اور ناموں سے مت یاد کرو:

سورۃ الحجرات ۔۱۱ میں فرمایا جاتا ہے: ولا تنابزوا بالالقاب

''ایک دوسرے کو برے القاب سے مت یاد کرو یا بلاؤ'' اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو بھی ایسے نام سے نہ پکارا جائے یا ایسا لقب نہ دیا جائے جو اس شخص کو ناگوار گزرے جس لفظ سے دوسرا اپنی بے عزتی محسوس کرے یا اسکی تحقیر ظاہر ہو۔ مثلاً کسی کو لنگڑا، اندھا، یا کھبا کہنا صرف بری بات ہی نہیں بلکہ گناہ بھی ہے، حالانکہ یہ عیب اسمیں موجود بھی ہے، ہماری مستورات جنہیں باتیں ملانے کے سوا اور کوئی کام کم ہی ہوتا ہے، ایسی باتیں بہت کرتی ہیں، کسی کے بارے میں کہیں گی، آج وہ کانی آئی تھی، تمہیں کل لنگڑی نے کہا تھا۔ وہ اندھا بہت ہوشیار ہے وغیرہ وغیرہ، یہ بات بھی نوٹ کرلیں کسی شخص یا برادری کا ایسا نام رکھ دینا جو اسکی مذمت اور تذلیل کا پہلو رکھتا ہو، بہت بری بات ہے، ایک خاندان میں بہت سارے آدمیوں کے سروں پر بال نہ ہوتے تھے، ایک عورت کی بیٹی کا رشتہ آیا تو اس نے کہا کہ اچھا وہ گنجوں کے خاندان کا آدمی ہے

ایک نام کے کئی لوگ موجود ہوں تو ان میں سے کسی خاص شخص کی پہچان کے لئے کسی خاص لقب کو استعمال کرلینا جائز ہے۔ مثلاً اصغر نام کے دو آدمی ہیں ان میں آپ ایک اصغر کے بارے میں بات کرتے ہیں جو چھوٹے قد کا ہے تو آپ اسے ''چھوٹو'' کہہ سکتے ہیں۔ اس قسم کے القاب اس حکم کے تحت نہیں آتے جن میں بظاہر تنقیص کا پہلو نکلتا ہے۔ ایسے نام حضور ﷺ نے بھی رکھے تھے جن سے محبت کا اظہار ہوتا ہے مثلاً ابوہریرہ، ابوتراب۔

مسلمانو! برائیوں سے بچو:

جیسا کہ قبل ازیں بتایا جا چکا ہے کہ اسلام میں صرف نماز، روزہ وغیرہ کا اہتمام نہیں بتایا گیا، بلکہ زندگی کے معاشرتی پہلوؤں کو بھی متعین اور اجاگر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے لئے ضروری ہے کہ ہر چیز پر یقین کرلینا، اس پر غلط اور ناواجب کاروائی کرنا، نامناسب ہی نہیں بلکہ گناہ ہے، اگر کسی شخص کے بارے میں کوئی اطلاع دے جو آپ کے لئے تکلیف دہ اور نقصان دہ ہو، تو اطلاع دہندہ کے بارے میں تسلی کرلینا ضروری ہے کہ وہ شخص قابل اعتماد ہے یا نہیں، یا صرف آپ کو اس شخص سے بدظن کرنے کے لئے ایسا کر رہا ہے۔

ایسی برائیاں یا کاروائیاں جو اجتماعی زندگی میں فساد پیدا کردیتی ہیں اور جن کی وجہ سے آپس کے تعلقات

خراب ہوتے ہیں، ناچاقیاں ہوتی ہیں بہت برے عمل ہیں، مثلاً ایک دوسرے کا مذاق اڑانا، دوسروں کے معاملات کی کھوج میں لگے رہنا، دل میں وسوسے پیدا کرنا، ٹوہ میں لگے رہنا، بدگمانیاں پیدا کرنے میں اپنے ذوق کو تسکین دینا، مردوں کی بہ نسبت یہ سب عمل عورتوں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں، یہ وہ افعال ہیں جو بجائے خود بھی گناہ ہیں اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اسلام اس طرح اجتماعی زندگی میں بگاڑ پیدا کرنے کی سخت مذمت کرتا ہے۔

بعض مقامات پر قومی، نسلی امتیازات کے لئے تفاخر برتا جاتا ہے، جو فساد کا موجب بن جاتا ہے، قوموں، خاندانوں، قبیلوں کا شرف وغرور اور دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھنا، اپنی بڑائی قائم کرنے کے لئے دوسروں کو ذلیل سمجھنا اور کرنا اسلامی احکامات کے خلاف ہے، شہروں میں بھی اور دیہاتوں میں ملک صاحب، خان صاحب، شاہ صاحب، اور چودھری صاحبان کے ڈنکے بجتے ہیں، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب جانتے ہیں یہ آپ کو معلوم نہیں کہ ایک انسان پر دوسرے انسان کی فوقیت کے لئے نیکی میں فضیلت کے سوا اور کوئی چیز ہمارے دین میں جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان لو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم سے سب سے زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہو'' (الحجرات۔۱۳)

اسلام اور تعدد ازواج:

اسلام میں تعدد ازواج فی نفسہ کوئی برائی نہیں ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو تو پھر ایسے لوگ جو بہ وجوہ ایک بیوی پر قانع نہیں رہ سکتے، حصار نکاح سے باہر نکل کر صنفی بدامنی پھیلانے سے باز نہیں آسکتے، جس کے تمدنی اور اخلاقی نقصانات، خرابیاں اس سے بہت زیادہ ہیں جو تعدد ازواج سے پہنچ سکتی ہیں، اسلئے دین و مذہب نے ان لوگوں کو اجازت دی کہ ایک دو تین چار تک بیویاں کر سکتے ہیں، جو اس کی ضرورت محسوس کریں، مگر اسلام نے عدل کی شرط سے اسے مشروط کر دیا تا کہ مسلمان زنا، سے محفوظ رہ سکیں، ہندو اور انگریز اس اجازت کو عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا بتا کر ترقی پسندی کی راہیں استوار کرتے ہیں، انکی نظروں میں ایک سے زیادہ شادی تو عورت کے حق پر ڈاکہ ہے مگر عورتیں اگر سڑک پر دعوت زنا دیتی پھریں تو انکی نگاہوں میں یہ شرف باریابی عورتوں کے حق میں ایڈوانسمنٹ کی نشست اول ہوتی ہے۔

اللہ اور اسکے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی حکومت کا یہ اولین فرض قرار دیا کہ ان تمام ترغیبات کو ان تمام چور دروازوں کو بند کر دیں، جو بے حیائی، بے شرمی اور غیر شرعی اختلاط مرد و زن اور بالآخر زنا کی طرف مائل کرتا ہے، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر گانے بجانے کو ہنر اور آرٹ بنا دیا گیا، لڑکے اور لڑکیاں مل کر طوفان بدتمیزی برپا کرتے ہیں، مخلوط گانے بجانے کو فن کا نام دیا گیا ہے، ذرائع مواصلات Media سے عوام میں مقبول بنایا جا رہا ہے اور ان کاموں سے تحریک احیائے دین کی بحالی پر ایک کاری ضرب لگائی جا رہی ہے۔

ہم آگاہ کرتے ہیں کہ تعداد ازواج سے منافرت ہمارے دلوں میں ایک ہزار سال تک ہندوں کے ساتھ رہنے سے پیدا ہوگئی ہے۔اور پھر سونے پر سہاگہ مغرب کی ذہین غلامی نے اس کو پختہ کردیا' وگرنہ یہ تو رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کی سنت ہے' مغربی تہذیب' عیاشیوں اور بغیر شادی شدہ مرد عورتوں کے ساتھ رہنے کو غلط محسوس نہیں کرتی۔ ایک مرد جتنی چاہے گرل فرینڈ رکھے' عورت جتنے چاہے بوائے فرینڈ رکھ سکتی ہے۔اب جنسی بے راہ روی اور بے حیائی اس قدر عام ہوگئی ہے کہ اولاد کے سامنے اور ساتھ جنسی سکون کے لئے حرکتیں کرنا مغربی ممالک میں برا محسوس نہیں کیا جاتا۔ تمام دروازے حیا وشرم کے وہاں کی عورتوں اور مردوں نے کھول کر رکھ دیئے۔

<u>جنسی بے راہ روی کی انتہا:</u>

امریکہ میں دوران قیام تین دن کی چھٹیاں گزارنے اٹلانٹا سے ''چارلسٹن'' گئے ایک ملتانی دوست شریف حسن کے فلیٹ میں قیام کیا' رات کو پہنچے' صبح ہی صبح پولیس نے سامنے والی بلڈنگ کو گھیر لیا' کچھ دیر میں ایک لاش لے کر چلی گئی' میرے دوست نے یہ کہانی سنائی جو اگلے دن وہاں کے اخبار میں بھی شائع ہوئی۔

''اس فلیٹ میں ایک شخص رہا کرتا تھا' اس کی بیوی اور وہ ڈبل روٹی بنانے کے کارخانے کے مالک تھے۔ان کا ایک لڑکا بھی تھا' جب لڑکا چار سال کا ہوا تو باپ مرگیا' اب ماں جس کی عمر شوہر کے بعد مرنے کے وقت اکیس سال کی تھی' کارخانہ چلاتی تھی' اور بچہ کی نگرانی اس طرح کرتی کہ کارخانے کے قریب ''ڈے کیر سنٹر'' میں لڑکے کو چھوڑ کر دن بھر کارخانہ میں رہتی اور رات کو لڑکے کے ساتھ اپنے فلیٹ میں ایک بستر پر سوتی' ممکن ہے کہ ماں بیٹا نیم برہنہ یا برہنہ سوتے' لڑکے نے بچپن سے لڑکپن اور پھر لڑکپن سے نوجوانی اس طرح گزار دی' ماں نے لڑکے کو معاشرتی برائیوں سے بچانے کے لئے کسی لڑکی کے پاس نہ جانے دیا اور خود کو اس کے سپرد کردیا۔شریف حسن نے بتایا کہ ان دونوں کو بوس کنار کرتے ہوئے انہوں نے متعدد بار بالکونی میں دیکھا۔مگر ماں بیٹا سمجھ کر کبھی نہ خیال کیا۔ وہاں کے معاشرے میں تو ایسی بات قابل اعتراض نہ تھی' لڑکا سترہ اٹھارہ سال کا ہوگیا' ماں گو چھتیس سال کی تھی مگر تو جوان لڑکی سی لگتی تھی' اپنے بیٹے کو کسی گرل فرینڈ تو کیا کسی غیر مرد سے بھی بات نہ کرنے دیتی' کارخانے کے پرانے ملازمین کو نکال دیا' اور نئے رکھ لئے جنہیں انہوں نے آپس میں فرینڈز کہہ کر اپنا تعارف کرایا' اب یہ دونوں ماں بیٹے دوستوں' کی طرح ساتھ رہتے تھے' مگر آہستہ آہستہ کبھی تلخ کلامی' مار پیٹ بھی ہو جاتی' ایک دن ماں نے فلیٹ سے چھلانگ لگا کر جان دے دی۔ یہ وہ دن تھا جب ہم ''چارلسٹن'' میں تھے' اخبار میں ایک مزید خبر بھی تھی' پوسٹ مارٹم میں معلوم ہوا کہ اماں جان (گرل فرینڈ) سات ماہ کی حاملہ بھی تھیں۔ یہ سب سن کر اور پڑھ کر ہم نے فاعتبروا یااولی الابصار کہا اور امریکہ کی معاشرت پر لعنت بھیجی' جہاں نہ ماں' ماں ہے نہ بیٹا' بیٹا سب فرینڈ ہیں۔خدا ہم کو اس لعنت سے بچائے۔ یہ کہتے ہوئے ہم اٹلانٹا واپس آگئے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب *
ضبط وترتیب: حافظ محمد سلمان الحق انوار

اسلام میں رزق حلال کی فضیلت واہمیت

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔ انما اموالكم و اولادكم فتنة و الله عنده اجر عظيم صدق الله مولانا العظيم (سورة تغابن ركوع ۱٦ آيت ۱۵)

ترجمہ: تحقیق تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے آزمائش کی چیزیں ہیں اور اللہ کے پاس ہی بڑا اجر ہے۔

مہربان میزبان:

انسان کو چونکہ اللہ نے اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز فرمایا تو جیسے ایک معزز مہمان کے آنے سے پہلے میزبان آنے والے کے ہر قسم راحت وسکون کے لئے تمام اسباب سہولت مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ مہمان وارد ہونے کے بعد تفکرات سے بے نیاز ہو کر جس مقصد کے لئے آیا ہے اس میں ہمہ تن مصروف رہے، اس طرح مالک کائنات نے انسان کے وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں اپنی نعمتوں کا عظیم دستر خوان بچھا کر آدم کی اولاد کو صرف اور صرف اپنے یعنی ذاتِ باری کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کرنے کا حکم فرما کر مقصد تخلیق ہی "وما خلقت الجن و الانس الا ليعبدون" عبادت قرار دیا۔ شرعی حدود وقیود کے اندر رہتے ہوئے انسان کو ان تمام نعمتوں کے اپنے کام میں لانے کی اجازت مہیا فرما دی۔ انسان کو اللہ نے احسن تقویم کا خطاب دے کر اسے خوبصورت شکل وصورت عطا کی۔ عالم رنگ وبو کی ہر چیز اس کے واسطے پیدا کر کے سب چیزوں کو اس کا خادم اس لئے بنایا کہ انسان ان تمام نعمتوں اور قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ونشانیوں میں غور کر کے اس کی خالقیت، مالکیت، ربوبیت اور حاکمیت کی پہچان اور اس کی عبادت و اطاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے۔

نعمتیں انعام بھی اور امتحان بھی:

اللہ کی انہی دی ہوئی نعمتوں کو اگر اس کے بتائے ہوئے اصول اور قواعد کے مطابق استعمال کیا جائے تو خیر

---

* نائب مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اور بھلائی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، اور اگر وہی نعمتیں دنیاوی لذات کے حصول اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں خرچ کر دی جائیں تو اس سے اللہ کے بتائے ہوئے اصول سے انحراف کر کے انسان جہنم کے اسفل ترین مقام کو پہونچ جاتا ہے گویا بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ نے انسان کے لئے جتنی نعمتیں پیدا کر کے اسے حوالہ کر دیں، ان میں خیر کا بھی پہلو ہے اور شر کا بھی۔ اس خیر و شر کے درمیان بنی نوع آدم کی آزمائش ہے اسی نعمت کو اگر منعم حقیقی کی مرضیات کے تابع ہو کر استعمال کیا جائے تو یہ نعمت بھی خیر محض بن کر انسان کی بھلائی کا ذریعہ بن جاتا ہے اگر اسی نعمت کو اپنے ہوائے نفس یعنی اپنی پسند و ناپسند کے معیار پر پرکھ کر خرچ کیا جائے تو یہی نعمت شر محض بن کر اس کی تباہی و بربادی کا ذریعہ ہو جاتا ہے، اللہ کی لاانتہا ہی نعمتوں کی وسیع فہرست کی چند نعمتوں پر اگر نظر دوڑائیں تو ہر نعمت میں ان دونوں کا احتمال ہے، صحت و سلامتی بدن ہی کو لیجئے کتنی بڑی نعمت ہے اس کی قدر و اہمیت کا اندازہ کسی معذور و مریض کو دیکھ کر خود بخود ہو جاتا ہے، یا بیماری میں مبتلا شخص سے تندرستی کے فوائد اور صحتمند شخص کو اس کی حسرت بھری نگاہ سے دیکھنے پر اندازہ ہو گا اب اسی نعمت صحت و توانائی میں بھی رب کی طرف سے امتحان ہے کہ اس قوت و طاقت کے دور کو عبادت الٰہی اور اس کے دین کی سربلندی کے لئے صرف کرنا ہے یا کہ شیطانی امنگوں کی تکمیل کے لئے لہو و لعب میں گنوا کر عاقبت کو برباد کی جائے اس مختصر وقت میں کس کس نعمت کے اچھے اور برے استعمال کا موازنہ کرتا چلوں۔ ان بے شمار نعمتوں میں دو ایسی نعمتوں کا بیان جن میں مبتلا رہ کر اکثر و بیشتر مسلمان اپنے آخرت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ حسب ذیل ہیں:

مال و اولاد:

وہ مال اولاد ہیں ان دونوں کے سلسلہ میں بار بار قرآن و احادیث میں اعتدال و احتیاط ملحوظ رکھنے کی تلقین فرما کر ان دونوں کو بہت بڑا فتنہ و امتحان قرار دیا گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ کہ مال و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر یہ دونوں زیادہ تر معصیت کا سبب بن جاتے ہیں، اور اگر ہم اپنے اور اپنے گردو پیش مسلمانوں کے حالات بد پر نظر دوڑائیں تو مشاہدہ اور اعمال سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ ہمارے مادی و روحانی زوال کا سب سے بڑا سبب مال و اولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر آخرت و مذہب سے غافل ہونا ہی ہے۔

کسب حلال:

جیسا کہ کئی مواقع پر عرض کر چکا ہوں کہ اللہ اور اس کے محبوب پیغمبرؐ کی طرف سے بار بار مذمت ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ بقدرِ ضرورت کسبِ دینا بھی حرام ہے بلکہ رحمۃ للعالمینؐ نے تو کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ کا فرمان جاری کر کے دنیا کے بقدر مجبوری و ضرورت مال کمانے کو فرض شرعی قرار دے دیا، کسب حلال کو فریضہ قرار دے کر بطور آزمائش اس مال کے سلسلہ میں شرائط بھی عائد کر دی گئیں۔ مثلاً مال حاصل کرنے کے وسائل اور ذرائع جائز ہوں ناجائز ذرائع سے مال جمع کرنے سے احتراز کیا جائے اور جو مال حلال راستوں سے آتا ہے وہ نعمت بن کر اس میں اللہ برکت بھی

ڈال دیتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے۔

عن خولة بنت قيس قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول ان هذا المال خضرة حلوة فمن اصابه بحقه بورک له فيه الخ (رواہ الترمذی)

حضرت خولہ حضورؐ سے نقل کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ مال ایک سبز و شیرین شے ہے اس لئے جو شخص اس مال کو حلال ذریعہ سے حاصل کرے اس کے لئے اس میں برکت عطا کی جاتی ہے۔

مال حاصل کرنے کی اس ایک ہی شرط کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنے کمانے کے وسائل پر غور کرنا چاہیے کہ ہم سے کتنی کوتاہیاں ہو رہی ہیں، ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کے مقابلہ سیم و زر دہوس دنیا میں ہر ایک آگے نکلنا چاہتا ہے رکنے اور تھکنے کا نام ہی کوئی نہیں لیتا بلکہ کئی دوست بڑی بے فکری اور ڈھٹائی سے فخریہ انداز میں آپ کو کہتے ہوئے ملیں گے کہ یہی وقت ہے جوانی اور صحت کا اس میں جتنا ہو سکے کمایا جائے بڑھاپا تو کمانے کا زمانہ نہیں ہوتا ان بدبختوں نے کبھی یہ سوچا ہے کہ

کمائی کا اصل وقت شباب ہے:

اصل کمائی تو اللہ کی عبادات اور اس کی مرضیات پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے اور اس کے لئے بہترین وقت جوانی کا وقت ہوتا ہے اس کمائی میں بھی کبھی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا تصور تک کیا ہے؟ ہزار روپے حاصل کر کے دو ہزار کی فکر میں لگ جاتے ہیں، دنیا کی محبت اور آگے بڑھنے کی خواہشات بڑھتی رہتی ہیں، اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ آخر کار موت آنے پر خود بخود ختم ہو کر دنیاوی خواہشات کی فلک بوس عمارات مٹی میں مل جاتے ہیں کبھی غور کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے قابل رشک زیادہ مال حاصل کرنے والے کی زندگی کو قرار دیا ہے، یا وہ شخص جو بقدرِ کفایت دنیاوی وسائل کے حصوں کا متمنی اور اسی پر عمل پیرا بھی ہوا ارشاد ہے۔

حضورؐ کے دوست:

عن ابی امامة عن النبی ﷺ قال اغبط اولیائی عندی لمومن خفیف الحاذ ذو حظ من الصلوة احسن عبادة ربه و اطاعه فی السر و کان غامضا فی الناس لایشار الیه بالاصابع و کان رزقه کفافا فصبر علی ذالک ثم نفد بیده فقال عجلت منیته قلت بواکیه قل تراثه' (رواہ الترمذی)

ترجمہ: جناب ابو امامہؓ حضور ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میرے نزدیک میرے دوستوں میں سب سے زیادہ قابل رشک (مالی اعتبار سے وہ) شخص ہے جو کم مال و اولاد ہو بہت زیادہ نماز پڑھنے والا ہو، اپنے رب کی عبادت بہتر طریقہ سے ادا کرنے والا ہو، جیسے ظاہر میں احسن طریقہ سے عبادات ادا کرتا ہے، اسی طرح لوگوں کی نظروں سے

پ کر بھی طاعت خداوندی میں مصروف رہتا ہے لوگوں میں غیر مشہور اور گمنام ہو لوگ اس کی شہرت کی وجہ سے اس کی طرف اشارے نہیں کرتے اور اس کا رزق بقدر کفایت ہو اور یہ بقدر ضرورت رزق حاصل ہونے پر صابر و قانع ہو یہ فرمانے کے بعد آپ نے انگلیوں سے چٹکی بجا کر فرمایا کہ ایسے شخص کو موت آناً فاناً واقع ہو کر (فتنوں اور گناہ کی آلودگیوں سے بھری دنیا سے اسے جلدی نجات مل جاتی ہے) اس کی موت پر رونے والی عورتیں تعداد کے لحاظ سے بہت کم ہوتی ہیں اور اس کا متروکہ مال بھی اتنا قلیل کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

یعنی زیادہ اہل و عیال مال و دولت کے بوجھ دنیاوی تفکرات و حرص و لالچ سے عاری ہو کر فراغ قلب و وقت کے ساتھ بیشتر وقت حق تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں منہمک رہتا ہوا پنے مالک و خالق کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا رہنے کے لئے شہرت اور انسانوں کی داد و تحسین کا خواہشمند نہ ہو اور نہ کسی سے بدلہ و انعام لینے کا آرزومند بلکہ لوگوں کے درمیان رہ کر عبادت و طاعت، دین و علم کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے خاموشی سے جہد مسلسل میں مشغول ہو اور ایک وقت اس پر ایسا بھی آجاتا ہے کہ اللہ کی قضا و قدر کے مطابق اس کے جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو کر نہایت سکون و آسانی سے اپنی جان، مالک حقیقی کے سپرد کر دیتا ہے دنیا سے رخصت ہوتے وقت نہ اسے یہ غم و فکر کہ زیادہ مال و دولت رہ کر اس کا کیا بنے گا اور نہ یہ حسرت کہ پیچھے رہ جانی والی اولاد کہیں فتنہ کا سبب نہ بن جائے۔

ہمارا انداز فکر آنحضرت ﷺ کے انداز سے مختلف ہے، ہمارے معاشرہ میں وہ مرنے والا خوش قسمت سمجھا جاتا ہے جس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بینکوں میں دولت بے حساب ہو، لاش پر رونے والوں کی کثرت اور زندگی میں شہرت کا دلدادہ ہو۔

محترم سامعین بات حلال ذرائع سے مال حاصل کرنے کی ہو رہی تھی جسے اللہ جل شانہ نے بھی اپنے رسولوں اور برگزیدہ بندوں کو خطاب کے دوران كلوا من الطيبات و اعملوا صالحا میں طیبات کے نام سے یاد فرمایا کہ انسان کو جائز و حلال وسائل و ذرائع سے جو حلال و پاکیزہ اموال حاصل ہوں ان سے بقدر ضرورت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اللہ کے خوف اور حلال و حرام کا امتیاز رکھنے والے شخص کے لئے دولت مذمت کی چیز نہیں۔

مال حلال مومن کے لئے ڈھال:

عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال كنا في مجلس فطلع علينا رسول الله ﷺ وعلى راسه اثر ماء فقلنا يا رسول الله ﷺ نراك طيب النفس قال اجل قال ثم خاض القوم في ذكر الغنى فقال رسول ﷺ لاباس بالغنى لمن اتقى الله عزوجل و الصحة لمن اتقى خير من الغنى و طيب النفس من النعيم (رواہ احمد)

ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ ہم مجلس میں بیٹھے تھے کہ حضور ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے آپ

لے سر مبارک پر غسل کی وجہ سے تری بھی تھی ہم نے عرض کیا کہ اس وقت ہم آپ کو خوش دیکھ رہے ہیں حضور ؐ نے جواب ہاں میں دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت صحابہ مالداری کے ذکر میں مشغول ہوئے آنحضرت ؐ نے ہماری گفتگو سن کر فرمایا کہ اس شخص کے دولتمند ہونے میں کوئی حرج نہیں جو اللہ سے ڈرے۔ نیز صحت مندی (وہ غربت کے ساتھ کیوں نہ ہو) دولت مندی سے زیادہ بہتر ہے اور خوش دلی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں ہی سے ایک نعمت ہے۔

ایک اور مقام پر حضور نے حلال مال کو مومن کے لئے بڑی ڈھال سے تعبیر فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسب و محنت کر کے حلال روزی نہ کمائے تو اسے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے ایسے متمول لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پڑتے ہیں۔ جو تعاون و امداد تو کیا کہ ذلیل و رسوا کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ تو ایسا مال جس کے ذریعے حرام و مشتبہ امور میں گرفتار ہونے سے بچ سکنے کا حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

بقدر ضرورت کمائی کی اہمیت ضرورت تو کسی حد تک واضح ہوگئی مگر اس شرط کے ساتھ جو پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ آمدنی کے وسائل شرعی حدود و قیود کے اندر ہوں' رب العزت کے رسولوں اور انبیاء نے بھی حلال طریقوں سے رزق کمایا۔ حرام ذرائع سے مال حاصل کرنا نہ صرف شرعی بلکہ اخلاقی و معاشرتی خیانت و جرم ہے بلکہ حرام کمائی والا معاشرہ کے تمام افراد کی نظروں میں ذلیل و گھٹیا شمار کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی نماز جیسی اہم عبادت کو بھی قبول نہیں فرماتا جب کہ حلال راستوں کو اختیار کرنے والا لوگوں کی نظروں میں بلند مرتبہ' باعزت اور مالک الملک بھی اسے اپنا محبوب بنا کر جنتی ہونے کی بشارت سے نواز دیتے ہیں۔

زمانہ حال' حضور ﷺ کی پیشگوئی:

ہم تو شاید ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جس کے بارے میں سرور کونین ﷺ نے فرمایا:

یاتی علی الناس زمان لایبالی المرء ما اخذ امن الحلال ام من الحرام (بخاری)

ترجمہ: لوگوں پر ایسا دور آنے والا ہے کہ لوگوں کو یہ پرواہ نہ ہوگی کہ دولت حرام ذرائع سے کمائی ہے یا حلال سے۔

انفرادی بھی ہر فرد (الا ماشاء اللہ) ارتکاز دولت کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد حرام کو بھی شیر مادر سمجھ کر اس سے بچنے کا تصور ہی ختم ہوگیا ہے' اجتماعی اور حکومتی سطح پر آئے دن ناجائز طریقوں کے نئی نئی سکیموں اور پروگراموں کا اجراء زور و شور سے کیا جارہا ہے' سودی لین دین قمار بازی' سٹہ بازی اور رشوت وغیرہ جیسے غیر شرعی اور حتمی حرام کاروبار کو حکومتی نظام چلانے کے لئے اہم جزء سمجھ کر جائز و ناجائز حلال و حرام کی ساری اخلاقی و دینی اقدار کو توڑ کر حضرتِ انسان کو صرف ''نرا حیوان'' بنایا جارہا ہے۔

اب جہاں اسلام نے کسب معاش کے سلسلہ میں حرام و حلال' جائز و ناجائز مکروہ و مستحب جیسے کئی قیود عائد

کر کے ناجائز دولت حاصل کرنے کے راستے ختم کر دیئے وہاں اس حلال کمائی کے انفاق یعنی خرچ کرنے میں بھی صاحب مال کو آزاد نہیں چھوڑا، کہیں وہ یہ نہ سمجھ لے کہ یہ تو اس کی ذاتی جاگیر اور ملکیت ہے جہاں چاہے جیسے چاہے خرچ کر سکتا ہے قدم قدم پر اللہ اپنی عطا کردہ نعمتوں میں انسان کا امتحان لے رہے ہیں، جتنے خطرات اور مضرات کے امکانات دولت کے حاصل کرنے میں تھے اس سے کئی گنا بڑھ کر اس کے خرچ کرنے میں بھی ہیں مال کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے اسلام نے دیگر عبادات مثلاً نماز روزہ کی طرح انفاق کے بھی اصول وقوانین مقرر فرما دیئے کہ ان حدود میں رہتے ہوئے مال کو استعمال میں لانا ہے۔

اعتدال اور میانہ روی کی تلقین:

شریعت کے مطابق خرچ کرنے کے مصارف سے اسلامی تعلیمات وقرآنی آیات بھرے پڑے ہیں، ان تفاصیل میں جانے کا نہ یہ موقع اور نہ اتنا وقت ہے اول سے آخر تک قرآن کی آیات واحادیث کے ذخیرے انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب اور بخل کی مذمت پر زور دے رہے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھیں جہاں خرچ کرنے کی تاکید کی جارہی ہے اس کے ساتھ متصل میانہ روی اختیار کر کے اسراف وفضول خرچی سے بچنے کی بھی بار بار تلقین کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما

ترجمہ: اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب وہ خرچ کریں تو نہ فضول خرچی اور نہ تنگی کریں بلکہ میانہ روی اور اعتدال کی راہ کو اختیار کریں۔

مسلمانوں کے امتیازی اور اہم اوصاف میں افراط وتفریط سے خالی راہ اعتدال کو اہم حیثیت حاصل ہے اور اس اعتدال کے راستے کا نام صراط مستقیم بھی ہے۔ سورۃ انعام میں فرمان الٰہی ہے:

کلوا من ثمرہ اذا ثمر واتوا حقہ یوم حصادہ ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین۔

ترجمہ: درخت کے پھل جب پک جائیں تم اس سے کھاؤ اور جب فصل کٹ جائے تو اس کا حق ادا کرو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو کیونکہ حق تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

گو کہ انسان کو حد سے زیادہ بخیل اور حد سے زیادہ سخاوت اور فیاضی سے بھی روکا گیا۔ اسلام نے جہاں ایک طرف واجبی حقوق کی ادائیگی، قرابت داروں محتاجوں، مسافروں اور پڑوسیوں وغیرہ پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی فضول خرچی سے بھی منع کر کے اللہ نے اپنے فرمان (سورۂ بنی اسرائیل) ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین میں اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا محسن انسانیت ﷺ نے بھی ہر کام میں میانہ روی اختیار کر کے امت کو بھی تمام معمولات بشمول صرف وخرچ میں اسی کی تلقین فرمائی۔ حضرت حذیفہ حضور سے نقل کر رہے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا۔

مااحسن القصد فی الغنی مااحسن القصد فی الفقر مااحسن القصد

فی العبادت۔ (کنز العمال)

ترجمہ دولت مندی میں اعتدال کیا ہی خوب ہے محتاجی میں بھی درمیانگی کتنی بہتر ہے اور عبادت میں بھی میانہ روی کتنی اچھی ہے۔

کثرت مال کے مضرات۔

اللہ کے دیئے ہوئے حلال مال کے خرچ کے سلسلہ میں کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے اور ہم تو صرف ایک امین کی حیثیت سے اس میں وہ تصرف کر سکتے جسکی مالک حقیقی نے اجازت دی ہو جہاں اسکی اجازت ہو اسی جگہ خرچ کرنا اور جن جگہوں میں خرچ سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرنا ہے۔ آج کے دور کے مسلمانوں کا معاملہ بالکل اسکے برعکس ہے، جہاں انفاق کا حکم ہے وہاں بخل سے کام لیتے ہیں اور جہاں خرچ سے بچنے کا حکم ہے وہاں فیاضی اور شاہ خرچی کا مظاہرہ کر کے اپنے آپ کو حاتم طائی کے نام سے پکارے جانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

اپنی جھوٹی انا کی تسکین اور اپنے آپ کو اصحاب ثروت لوگوں کی صف میں شمار کروانے کے لئے رسومات و خرافات میں پانی کی طرح دولت بہانے سے گریز نہیں کرتے جتنا مال بڑھتا ہے اتنا ہی انسان شراب و کباب، زنا، جوا و دیگر حرام کاریوں کا رسیا بنتا جاتا ہے، اللہ کے بتائے ہوئے مصارف میں ایک روپیہ خرچ کرنے پر جان نکلتی ہے اور نام و نمود اور ریا کے کاموں میں تمام مالداروں پر سبقت حاصل کرنے کا مقابلہ رہتا ہے، مالداری کے بعد انسان کی سرکشی کا اظہار احکم الحاکمین نے خود بیان فرمایا کہ کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی

ترجمہ: کوئی نہیں آدمی سرکش ہوتا ہے جب اپنے آپ کو بے پرواہ دیکھے۔

اسلامی ممالک جہاں دولت کی فراوانی ہے:

اس آیت کی تفسیر حرفاً حرفاً ہمارے سامنے ہے اسلامی ممالک کے وہ ممالک جو کچھ عرصہ قبل فقر و غربت کا شکار تھے۔ سونا و پیٹرول و دیگر معدنیات سے مالا مال ہونے کے بعد ان کی دینی حالت وہ نہیں رہی جو غربت و افلاس کے زمانہ میں تھی، مال و دولت کی فراوانی کو اللہ کے اطاعت اور کلمۃ اللہ کے سربلندی کے بجائے اپنی عیاشی و آرام طلبی جیسے لغو مصارف میں استعمال کرنے سے ان کی دینی، سیاسی حالات آپ کے سامنے ہیں سب کچھ اللہ کا دیا ہوا موجود ہونے کے باوجود اغیار کے سامنے شکست خوردہ اقوام کی طرح مغلوب و سوالی کی حیثیت سے متعارف ہیں، عیاشی و فحاشی کے اسباب کو حاصل کرنا اپنے لئے طرہ امتیاز سمجھتے ہیں اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کفار و یہود ہمارے مادی وسائل کو بہتر انداز اپنی طرف کھینچ کر اسلامی دنیا کو ایک بار پھر قلاش بنانے پر تلے ہوئے ہیں اوروں کو سادگی کا درس دینے والی قوم بے راہ روی کی وجہ سے اسراف و بے اعتدالیوں کا شکار ہو گئی۔

اسراف وتبذیر:

دین کے اہم اور سہل عبادات واحکامات اور معاملات کو ہم نے اسراف اور بے اعتدالی کا رویہ اپنانے کی وجہ سے مشکل ترین بنا دیئے شادی بیاہ جیسے مسنون عمل کو بھی غیر شرعی رسوم اور سیم وزر کی نمائش اور اسراف کا ذریعہ بنا کر اس کے اسلامی اور مسنون طریقے جو کہ انتہائی آسان اور سادہ تھے کو ختم کر دیا گیا یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اور ناجائز میں بھی سبقت حاصل کرنے کے مقابلہ نے ایک غریب ومتوسط شخص کے لئے نکاح جیسا پاکیزہ اور مبارک معاملہ بھی شجرِ ممنوع بنا کر رکھ دیا۔ فضول خرچی کا یہ سلسلہ صرف شادیوں پر ختم نہیں ہوتا' بلکہ ہمارا غم بھی بیاہ سے کم نہیں گھر میں میت ہونے پر رسوم و بدعات کا وہ لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے' کہ کسی ناواقف آدمی کو میت کے گھر آ کر فرق محسوس نہیں ہوتا کہ غمی کی تقاریب کا انعقاد ہے یا خوشی کا' اور پھر صرف اس پر بھی اکتفا نہیں شیطانی خواہشات کی تکمیل' بیوی اور اولاد کے ناجائز مطالبات کو پورا کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں' مسلمانوں کی زندگی کا کون سا شعبہ ہے جو مال کے ناجائزہ اخراجات سے خالی ہو اور مسلمانوں کا یہی عمل ان کے دنیوی واخروی تباہی کا سبب بن رہا ہے۔

امت کا فتنہ مال

جیسے کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں اللہ کی نعمتوں میں خطرناک جس کا بندہ کو گمراہی کے اندھیروں میں پہونچانے میں عمل دخل زیادہ ہے' یعنی مال' اسے فتنہ قرار دیا گیا سرکار دو عالمؐ نے بھی اسے آزمائش وفتنہ کے نام سے یاد فرما کر بار بار اس کی ہلاکتوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ارشاد فرمایا۔

عن کعب بن عیاض قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان لکل قوم فتنة و فتنة امتی المال (رواۃ الترمذی)

ترجمہ: حضرت کعب حضورؐ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہر قوم کسی نہ کسی امتحان و آزمائش میں دوچار ہوتی ہے اور میری امت جس فتنہ میں مبتلا ہوگی وہ مال و دولت ہوگی۔ ان کو مال دے کر آزمایا جائے گا اس کا حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں راہ اعتدال پر رہتی ہے یا صراط مستقیم سے بھٹک جاتی ہے۔

خطبہ کی ابتداء میں تلاوت کردہ آیت میں مال اور اولاد کے وبال اور معصیت کا سبب بننے کا ذکر ہے مال دولت کے نقصانات کا ذکر اپنے حقیر علم کے مطابق ہو گیا۔

اولاد کا مسئلہ:

اب اولاد کی طرف آیئے' مال کی طرح اولاد کی تعلیم و تربیت و اصلاح احوال کے لئے حدود و اصول شریعت نے متعین کر دیئے ہیں' اولاد اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کی قدر و اہمیت ان لوگوں سے پوچھیں جو لاولد ہونے کی وجہ سے اولاد کے لئے تڑپ رہے ہوں' اگر کسی کے پاس اس ایک نعمت کے علاوہ خوشی کی تمام چیزیں موجود ہوں' وہ اپنے آپ کو

بالکل محروم لوگوں میں شمار کرتا ہے۔

اسی اولاد کی خاطر ولادت سے لے کر جوان ہونے تک والدین تکالیف برداشت کر کے ان کو سکھ وسکون پہونچانے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرا دینے سے دریغ نہیں کرتے، شریعت نے پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں آذان دینے، ساتویں روز عقیقہ کرنے، بہترین اسلامی نام رکھنے اور ہر اسلامی تعلیم وتربیت کی تلقین کی ہے، بچپن ہی سے اسلامی ارکان واعمال کا اہم رکن نماز کے سکھلانے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے اسے سزا دینے کی بھی اجازت دی گئی۔ حضورؐ کا فرمان:

مروا اولادکم بالصلوۃ وھم ابناء سبع سنین و اضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین الخ (ابوداؤد)

ترجمہ: جب تمہاری اولاد سات سال عمر کی ہو جائے تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال عمر تک پہنچ کر پھر بھی نماز نہ پڑھیں تو ان کو مارا بھی کریں۔ امام ترمذی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

لان یودب الرجل ولدہ خیر لہ من ان یتصدق بصاع۔

ترجمہ: آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا، اس سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ دیا جائے۔

مقصد یہ کہ ان کو ادب وشرافت کے طور طریقے سکھلائے جائیں، اولاد کو دینی تعلیم دینا والدین کا فرض ہے تاکہ وہ معاشرہ کے بہترین افراد بن کر والدین اور مذہب کے ماتھے پر بدنما داغ بننے کے بجائے اسلامی سوسائٹی کے بہترین رکن بن سکیں، پھر یہی اولاد جو اسلامی شعائر واحکامات کے زیور سے آراستہ ہو جائیں تو نہ صرف اس کی دنیا وآخرت سنور جاتی ہے بلکہ والدین کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے لئے صدقہ جاریہ بن کر اخروی نجات و سعادت کا بہترین ذخیرہ کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔

صدقہ جاریہ:

ختم الرسلؐ کا ارشاد ہے: عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مات الرجل انقطع عنه عمله الا من ثلثة، صدقة جارية او علم ینقفع به او ولد صالح یدعوله،

ترجمہ: انسان جب مر جاتا ہے تو اسکے سارے اعمال کا باب ختم ہو جاتا ہے یعنی انکا ثواب کا سلسلہ جاری نہیں رہتا البتہ تین اعمال کے ثواب کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے جسمیں پہلا کام عمل صالح، دوم وہ علم جس سے نفع حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہے اور سوم وہ دیندار صالح اولاد جو والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے حق میں دعائے خیر کریں

ہر مسلمان پر از روئے شریعت یہ لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے دینی ماحول مہیا کر کے ان کو ہر ناجائز کام سے روکے اور دین پر عمل پیرا رہنے کے لئے اس کو مجبور کرے ورنہ اس فریضہ سے پہلو تہی کرنے والے کا روز قیامت

مواخذہ ہوگا والدین ہونے کے ناطے یہ وہ چند ذمہ داریاں ہیں جو اس نعمت کے کارآمد ثابت ہونے کے لئے شریعت نے ہر مسلمان والد اور والدہ پر لازم کی ہیں۔

محاسبہ:

آیئے اب ہم اپنا محاسبہ کریں کہ اولاد کی پرورش وتربیت کے اس شرعی ضابطہ اخلاق پر ہم کس حد تک عمل پیرا ہیں بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی غیر شرعی رسول وخرافات کا ایک ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے، کسی صالح ودیندار شخص کا نام رکھنے کی بجائے لہو ولعب کے ماہر یا کسی فلمی اداکار وادا کارہ یا ذرا زیادہ ماڈرن خاندان ہو تو انگریزی ٹائپ نام رکھنے کو اللہ کے نزدیک پسندیدہ ناموں پر ترجیح دیتے ہیں۔

والدین کی ذمہ داریاں:

عمر چار پانچ سال تک نہیں پہونچتی کہ دینی تعلیم و ماحول مہیا کرنے کی بجائے انگلش میڈیم اور مشنری سکولوں میں داخلے دلوانے کے لئے ہاتھ پیر مارنے شروع کر دیتے ہیں۔

افسوسناک بات تو یہ ہے کہ اس بیماری میں بہت اچھے بھلے ہم میں سے اپنے آپ کو دیندار شریعت کے پابند کہلوانے والے بھی اوروں سے پیچھے نہیں رہے۔ اس غیر اسلامی ماحول کا نتیجہ ظاہر ہے کیا نکلے گا کہ سات اور دس سال کی عمر میں نماز سکھانے اور پڑھنے کی جگہ وہ میوزک اور ڈانس کے ماہرین جاتے ہیں، یہ بچپن ہی سے بے جالاڈ پیار سے اخلاق تباہ کر دیا جاتا ہے، دینی علوم سے بے بہرہ رکھنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نہ ان کو والدین، بڑے چھوٹوں کی عزت ومنزلت کا علم ہوتا ہے، نہ اسلامی اقدار وافکار کا خیال، محبت میں افراط سے کام لے کر ماں باپ ان کی ہر خواہش پر دل کھول کر مال و دولت اڑاتے ہیں، والدین کنجوسی اور بخل کا مظاہرہ کر کے کوڑی کوڑی اس تصور سے جمع کرتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد بچوں کے کام آسکے تو وہ اولاد جن کی ابتداء ہی دنیاوی علوم حاصل کرنے سے کی جائے ان سے یہ توقع ہی عبث ہے کہ ایسی اولاد والدین کا ترکہ اللہ کی راہ یا والدین کے ایصال ثواب میں خرچ کرے گا بلکہ انہی علوم کے زیر اثر رہ کر اس مال کو لہو ولعب اور عیاشی میں صرف کر کے والدین کے لئے مزید اذیت اور عذاب کا ذریعہ بنیں گے، ان سے پھر یہ امید کہاں کہ اپنے بزرگوں کے ایصال ثواب ومغفرت کے لئے دعوات کریں اولاد کے بگڑنے اور سدھرنے میں والدین کا بڑا عمل دخل ہے اگر ماں باپ بچپن ہی سے بچوں کو دین اور دینی تعلیم ومعاشرہ کی طرف مائل کر دیں تو اس میں دونوں کا فائدہ اور اگر اس طرف توجہ نہ دے کر غفلت سے کام لیا گیا تو اولاد کے گناہوں کا بوجھ بھی سرپرستوں کے کندھوں پر ہوگا۔

شفیع المذنبین ﷺ کا ارشاد ہے:

من ولد له، ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه وان بلغ ولم يزوجه، فاصاب اثمافانما اثمه على ابيه

ترجمہ: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کا اچھا نام رکھنا چاہیے اور بہتر ادب سکھلانا چاہیے جب بالغ ہو جائے نکاح کردیں اگر بالغ ہونے کے بعد نکاح نہ کیا گیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

محترم حضرات! آپ خود اندازہ کرلیں یہی اولاد بھی مال کی طرح نعمت بن کر والدین کی مغفرت، رفع درجات اور دخول جنت کا وسیلہ ہو سکتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ان کی تربیت واصلاح اسلامی تعلیمات واصول کو مدنظر رکھ کر کی جائے۔ بصورت دیگر یہی نعمت خود اولاد اور ان کے سرپرستوں کو جہنم کا ایندھن بنا سکتی ہے۔

اللھم انا نعوذبک من ولد یکون علینا و بالا و نعوذبک من مال یکون علینا عذابا

ترجمہ: اے اللہ ہم کو پناہ دے ایسی اولاد سے جو میرے لئے وبال جان بن جائے اور اللہ ہم کو پناہ دے ایسے مال سے جو میرے لئے ذریعہ عذاب بن جائے۔ امین۔

و آخر دعوائی ان الحمدللہ رب العالمین

بقیہ صفحہ نمبر ۶۱ سے

نبی اکرم ﷺ قانون قصاص و دیت لے کر آئے جس کے باعث دہشت گردی ماند پڑ گئی۔ آپ ﷺ نے اپنی تئیس سالہ بعثت کی زندگی میں کبھی جنگ میں پہل نہیں کی۔ ہمیشہ دفاع کی پالیسی اپنائی۔ جو ضعیفہ حضور ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی وہ جب بیمار ہوئی تو آپ اس کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اگر اسلام میں دہشت گردی کا راج ہوتا تو اس سے بدلہ لیا جاتا، اخلاقِ محمدی کی لوری نہ دی جاتی۔ اس مجسم اخلاق نے فتح مکہ کے دن سب کو معاف کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ اسلام کو مکمل کرنے آئے تھے۔ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے آپؐ نے لوگوں کو سلام کا حکم دیا جو خود دلیل امن ہے۔

قارئین کرام! یہ ہم سب کے فرائض میں شامل ہے کہ ہم مسلمانوں کو پیدا ہونے والے ملعونوں گوہر شاہی، یوسف کذاب، سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین وغیرہ یا غیر مسلم جیری فال ویل، ریورینڈ وائن اور اسی قماش کے دوسرے ملعونوں کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کی ذات مطہرہ پر کیچڑ اچھالنے اور حملہ کرنے والوں کا فوراً تعاقب کریں اور ان کے حملوں کا جواب دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کی توفیق دے اور حسن نیت کو قبول فرمائے۔ امین

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مستند کتب — اعلیٰ معیار — مناسب نرخ

دارالاشاعت کراچی کی جدید مطبوعات

تفسیر ابن کثیر اردو ۵ جلد عنوانات کے اضافہ کے ساتھ امام ابن کثیرؒ / مولانا جونا گڑھیؒ	امام ابن کثیرؒ کی مشہور تفسیر کا اردو ترجمہ عنوانات کے اضافہ کے ساتھ فاضل جامعہ دارالعلوم کے قلم سے۔ پاکستانی کاغذ، عمدہ طباعت، بیروت اسٹائل جلد مناسب قیمت =/1230
خطباتِ علی میاںؒ ۳ جلد مرتب و محقق محمد رمضان میاں (جامعہ علوم اسلامیہ)	مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے فکر انگیز خطبات کا مجموعہ جو (جلد اوّل) تعلیم و تعلّم (جلد دوم) دعوت و عزیمت (جلد سوم) ہدایت و تبلیغ پر مشتمل ہے۔ علماء اساتذہ اور طلباء کے لئے قابل قدر تحفہ اعلیٰ امپورٹڈ کاغذ و طباعت حسین جلد مع گرد پوش قیمت فی جلد =/216 کامل سیٹ =/648
خواتین کے مسائل اور انکا حل ۲ جلد کامل یعنی مجموعہ فتاویٰ برائے خواتین جمع و ترتیب مفتی ثناء اللہ محمود فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی	خواتین کے متعلق عقائد، عبادات، معاملات، نکاح، طلاق، وراثت اور جزو نا جائز کے مسائل کا نافع مجموعہ سوال و جواب کی شکل میں۔ از افادات حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی عاشق الٰہیؒ، حضرت یوسف لدھیانویؒ، مفتی رشید احمد صاحبؒ، مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ و دیگر علماء کرام امپورٹڈ اعلیٰ کاغذ، اعلیٰ طباعت، خوبصورت پائیدار جلد قیمت =/615
پہلی بار مکمل سیٹ دستیاب تاریخ طبری ۷ جلد کامل ترجمہ، تشریحی نوٹس، تسہیل، عنوانات از مولانا محمد اصغر مغل ... مکمل جلد پہلے دستیاب نہیں	امام طبریؒ کی مشہور تاریخ "تاریخ الامم والملوک" کا مکمل اردو ترجمہ، تشریحی نوٹس، عنوانات اور تسہیل ایک عالم کے قلم سے پہلی مرتبہ مکمل سیٹ کی اشاعت قبل از اسلام کی تاریخ کا حصہ تا حال دستیاب نہ تھا جس وجہ سے نامکمل سیٹ ہی ملتا تھا۔ جلد اوّل علیحدہ بھی دستیاب ہے جن کے پاس نامکمل سیٹ ہیں وہ مکمل کرلیں پاکستانی سفید کاغذ، کمپیوٹر کتابت، ۷ جلد کامل قیمت =/2655
تاریخ ملت ۳ جلد مولانا زین العابدین سجاد میرٹھیؒ مفتی انتظام اللہ شہابیؒ	قبل از اسلام سے لے کر مغلیہ سلطنت کے آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر تک امت مسلمہ کی تیرہ سو سالہ مکمل تاریخ مستند علماء کرام کے قلم سے۔ اعلیٰ کاغذ و طباعت، حسین و خوبصورت ٹائٹل، مناسب قیمت =/690
آپ بیتی ۲ جلد از حضرت شیخ الحدیثؒ	بچپن سے پیرانہ سالی تک حضرت شیخؒ کی زندگی کے ہر دور کے حالات و واقعات جو حضرت شیخؒ نے خود لکھوائے مع اضافہ علالت کا تسلسل و وفات حسرت آیات نہایت اعلیٰ کاغذ و طباعت، خوبصورت جلدوں میں، مناسب قیمت =/450
تاریخ اسلام (نجیب آبادی) ۲ جلد	مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی کی مستند تاریخ مع اعتراضات کا جواب اعلیٰ کاغذ و جلد کے ساتھ زیر طبع
ترجمان السنۃ کامل ۴ جلد	کمپیوٹر کتابت کے ساتھ قدیم و جدید مباحث کی آسان اور عالمانہ تشریح پر مشتمل زیر طبع
ترجمان الحدیث مجلد	مولانا اسجد قاسمی کا مرتب کردہ ۵۰۰ صحیح روایات کا آسان اور اثر کرنے والا ترجمہ و تشریح امپورٹڈ کاغذ قیمت =/120
اصلاحی مقالات مجلد	مولانا محمد عاشق الٰہیؒ کے ۳۰ مقالات کا مجموعہ جن میں امت کو صلاح و فلاح کی طرف توجہ دلایا ہے امپورٹڈ کاغذ قیمت =/105
شیاطین سے حفاظت مجلد	مولانا محمد عاشق الٰہیؒ کے قلم سے شیاطین کے حملے سے بچنے کے طریقے اور وظائف امپورٹڈ کاغذ قیمت =/99
فتاویٰ رشیدیہ مبوب	حضرت مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کے ایمان افروز فتاویٰ کا مجموعہ اعلیٰ سفید کاغذ خوبصورت جلد قیمت =/195
قصص النبی اور اسوۂ صحابہ کے درخشاں پہلو	حضورؐ کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات جو اور کتب سیرت میں دستیاب نہیں اعلیٰ کاغذ و جلد قیمت =/216
تربیت البنات	بچیوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق ایک رہنما کتاب (علی فکری کے قلم سے) امپورٹڈ کاغذ قیمت =/66

بارعایت طلب فرمائیں — **دارالاشاعت** اردو بازار، کراچی۔ ۱ — فون 021-2213768، 021-2631861

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

سی بی ایس چینل کی دہشت گردی‘ مسلمانوں کا تعاقب اور جیری فال ویل کی معافی

یہ رمضان المبارک سے پہلے کا واقعہ ہے کہ C.B.S. News (سی بی ایس نیوز) چینل کے مشہور پروگرام 60 Minutes (سکسٹی منٹس) میں امریکی پادری Jerry Falwell (جیری فال ویل) نے رحمت عالم، معلم اخلاق، باعث تخلیق کائنات حضرت محمد الرسول ﷺ کی شان میں گستاخانہ انداز میں بات کو اور آپ کو نعوذ باللہ بدترین Terrorist (ٹیرارسٹ) کہا۔ ادھر یہ بات ٹی وی پر نشر ہوئی ادھر امریکہ اور کینیڈا میں بالخصوص اور ساری دنیا کے مسلمانوں میں بالعموم اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ مسلم تنظیمات نے فوراً ہی اس بات پر ردعمل کا اظہار کیا۔ اخبارات ورسائل میں مضامین پریس ریلیز اور مراسلوں کا آغاز کیا اور ساتھ ہی پرامن احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

11 ستمبر 2001ء کے سانحہ کے بعد امریکہ میں مسلم کمیونٹی ڈری ڈری اور سہمی سہمی سی ہے لیکن اس ملعون کے گستاخانہ الفاظ پر مسلم کمیونٹی، بالخصوص پاکستانی حضرات نے C.B.S کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا اور اپنی دینی حمیت و غیرت کا عملی ثبوت پیش کیا۔ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ امریکی پادری جیری فال ویل کی دریدہ ذہنی کے جواب میں اگرچہ یہ احتجاج ناکافی ہے۔ تاہم اس سے یہ امید پیدا ہو چلی ہے کہ پاکستانی مسلمان امریکہ میں آباد ہونے یا رہنے کے لئے اتنی بھاری قیمت ادا کرنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ اگر اس احتجاجی مظاہرے میں لاکھوں مسلمان شرکت کر لیتے تو یہ پراگندہ اور منتشر مسلم دنیا کے نیویارک شہر میں اتحاد کی خبر بن سکتی تھی۔ اس احتجاجی مظاہرے میں غالب اکثریت پاکستانی مسلمانوں کی تھی اگر اس مظاہرے میں دیگر مسلم ممالک کے افراد بھی بھرپور طریقے سے شامل ہوتے تو سی بی ایس اور دریدہ ذہن ملعون پادری کو مسلمانوں کے پیغام کی بھرپور دہشت کا اندازہ ہو جاتا۔ اس مظاہرے میں امریکہ اور نیویارک میں مقیم عرب مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عرب بھائی اب روز محشر حضرت اسرافیل کی آواز پر ہی اٹھیں گے۔ ان مظاہروں کا ایک فائدہ یہ ہوا ہے کہ برصغیر کے ان مسلمانوں نے جو امریکہ میں مقیم ہیں خوف و ڈر کی چادر اتار پھینکی ہے اور ملعون پادری جیری فال ویل بھی یہ سمجھ گیا ہے کہ مسلمان اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں کسی قسم کی گستاخانہ بات کو برداشت نہیں کریں گے۔

دکھ کی بات یہ ہے کہ سیاہ فام مسلمانوں کی کسی بھی تنظیم نے زبانی کلامی احتجاج کی ضرورت بھی محسوس نہیں

کی ۔لوئس فراخان جیسے شعلہ بیان مبلغ اور آگ لگا دینے والے مقرر نے بھی احتجاج کے دو الفاظ تک ادا نہیں کئے ۔لوئس فراخان وہ شخص ہے جس نے چند سال پیشتر یہودی مذہب کو لٹر کا مذہب' اور ہٹلر کو عظیم انسان کہہ کر اسلام اور مسلمانوں کے نام پر بٹہ لگایا تھا۔ عالی جاہ محمد کے اس پیرو کار کو معلم اخلاق حضرت محمد الرسول ﷺ کی نصیحت معلوم نہ تھی کہ تم کسی کے جھوٹے دین کو بھی توہین نہ کرو تا کہ وہ تمہارے سچے دین کی توہین نہ کر سکے۔

نیشنل کونسل آف چرچز نے متفقہ طور پر پادری جیری فال ویل کے بیان جس میں اس نے رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) دہشت گرد کہا تھا اس کی مذمت کی ہے۔ پروٹسٹنٹ انجلیکن آرتھوڈاکس وغیرہ سب عیسائی فرقوں نے جیری فال ویل کے اس بیان کی مذمت کی اور اس پر شدید تنقید کی ہے۔اور صدر بش سے کہا کہ وہ بھی اس کی مذمت میں بیان جاری کریں۔اس کے علاوہ امریکہ کی مختلف عیسائی مذہبی تنظیمات نے بھی پادری کے اس بیان پر تنقید کی ہے۔اس سے پہلے بھی ریورینڈ وائن نے بھی اس قسم کی بکواس کی تھی اس وقت بھی ردعمل ہوا تھا مگر اتنا نہیں۔ بعض اوقات غیر مسلم اپنی مشہوری اور اپنی دوکان چمکانا کے لئے ایسی قبیح حرکت کرتے ہیں۔ریورینڈ وائن غیر معروف آدمی تھا اس کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ چرچ سے ریٹائرڈ ہو چکا تھا۔ حالانکہ اس نے پادری جیری فال ویل سے زیادہ زہر آلود اور نفرت انگیز باتیں کی تھیں۔اس کا مقصد خود کو منظر عام پر لانا بھی تھا۔

پادری جیری فال ویل امریکی صدر مسٹر جارج بش کے بہت قریب ہے فلسطین اور اسرائیل سے متعلق پالیسی پر اس کا بڑا اثر ہے۔اس کے علاوہ جیری فال ویل کے پیروکار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں اس معلون جیری فال ویل کی اس حرکت پر احتجاج کے دوران ہندوستان میں نو مسلمانوں کو ہندوؤں نے شہید کر دیا۔اس پر احتجاج کی وجہ سے کشمیر میں بھی مسلمان مارے گئے۔

اس امریکی قدامت پسند پادری جیری فال ویل نے مسلمانوں کے عالم گیر سطح پر احتجاج کی وجہ سے پیغمبر اسلام حضرت محمد الرسول ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر مسلمانوں سے معافی مانگ لی ہے۔ جیری فال ویل نے لنچ برگ (ورجینیا) سے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا کہ میں سی بی ایس کے پروگرام 60 منٹ کی نشریات میں اپنے انٹرویو میں اپنے ان نکات کے بارے میں جو لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث بنے ہیں معافی کا خواستگار ہوں۔

اگرچہ مسیحی دنیا کے اس غیر ذمہ دار پادری نے اپنے گستاخانہ کلمات پر معافی مانگ لی ہے۔لیکن سی بی ایس ٹی وی چینل نے ابھی تک معافی نہیں مانگی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سی بی ایس کا کردار نہایت ہی بھیانک اور مجرمانہ ہے۔ جیری فال ویل کا دیگر مذاہب اور ان کے پیشواؤں کے بارے میں کیا نظریہ ہے یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔اور اپنے عقائد اور نظریات کے لئے وہ کسی کے آگے جوابدہ نہیں۔لیکن جب اس کا یہ نظریہ یا عقیدہ سی بی ایس کے چینل سے

نشر ہو کر ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی دل آزاری کا سبب بنتا ہے تو جیری فال ویل کا ذاتی عقیدہ یا نظریہ سی بی ایس کا نظریہ یا عقیدہ بن جاتا ہے۔اس لئے سی بی ایس ٹی وی چینل پر بھی لازم ہے کہ جس طرح پادری جیری فال ویل نے پوری امت مسلمہ سے معافی مانگی ہے وہ بھی پوری مسلم امہ سے معذرت کرے بلکہ جیری فال ویل کو معافی اور معذرت کے لئے بھی پیش کرے جس طرح اہانت رسولؐ کے لئے پیش کیا تھا۔

معروف مورخ Karen Ara Strongs نے اپنی کتاب ''محمد'' میں لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے اسپین پر قبضہ کیا جس کی اکثریت عیسائی تھی اس وقت کی انتہاپسند عیسائی اپنے آپ کو قابل گردن زدنی کروانے کے لئے مساجد کے سامنے آ کر رسول اکرم ﷺ کی شانِ اقدس میں نازیبا کلمات کہتے تھے تاکہ ان کو موت کی سزا ہو جائے اور وہ انہی لوگوں یعنی عیسائیوں میں سرخرو اور زندہ جاوید ہو جائیں۔اس روایت کو ختم کرنے کے لئے اس وقت عیسائی پادریوں اور مسلمانوں کے علماء اور مبلغین نے بہت اہم کردار ادا کیا اگرچہ اس وقت بھی عیسائیوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر پھیلانے کے لئے جیری فال ویل جیسے پادری موجود تھے۔

کیرن آرم اسٹرانگ نے برٹش کامن لاء کی بات نہیں کی جس میں Blasphamy Law پہلے ہی موجود تھا۔جس کے مطابق کوئی شخص خواہ وہ عیسائی ہو یا نہ ہو حضرت عیسیٰؑ کے خلاف کوئی نازیبا کلمات نہیں کہہ سکتا تھا اور اگر کہتا تو سزا کا مستوجب گردانا جاتا۔اور اس کو سزا ملتی۔وہ بلااس فیمی قانون آج بھی موجود ہے۔یہی قانون پاکستان میں توہین رسالت کا قانون بن گیا ہے۔کیونکہ پاکستان پینل کوڈ برٹش کامن لاء پر مبنی ہے۔

اب ایک سوال یہاں ذہنوں میں یہ ابھرتا ہے کہ جیری فال ویل' ریورینڈ وائن' ملعون سلمان رشدی' ملعونہ تسلیمہ نسرین اور اس قماش کے دیگر لوگوں میں فرق کیا ہے؟ سلمان رشدی اور اس قماش کے دیگر ملعون جن کا تعلق مسلم ممالک سے ہے بکاؤ مال ہیں۔معلون سلمان رشدی کی کتاب Satanic Verses کو عام مسلمانوں نے نہیں پڑھا ہے۔یہ کتاب پہلے انگلینڈ میں چھپی مگر اس کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی۔پھر اس کتاب کے ناشر نے ایک کھیل کھیلا کہ کتاب کا امریکن ایڈیشن آنے سے پہلے مساجد اور اسلامک سینٹرز' اور اسلامی تنظیمات کو اس کتاب کے بارے میں خبر پہنچائی کہ ''اس کتاب میں معلون سلمان رشدی نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کی ہے اور ان کے اصحاب کرام کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ غیر مہذب سوقیانہ اور خطرناک ہے۔لہٰذا اس نوٹس لیا جائے۔آزادی تحریر وتقریر کے نام نہاد پجاری' مغربی اذہان سے متاثر' انسانی حقوق کے نام نہاد نام لیوا' والیسٹر کا یہ فقرہ بڑے زور وشور سے پیش کرتے ہیں کہ ''تم نے جو کچھ بھی لکھا ہے میں اس سے متفق نہیں ہوں مگر میں تمہاری آزادی تحریر کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کروں گا'' میں کہتا ہوں کہ بھاڑ میں جائے ایسی آزادی تحریر وتقریر جس سے دنیا کے اربوں لوگوں کی دل شکنی اور دل آزاری ہو۔مغربی دنیا کو مسلمانوں کو نیچا دکھانے کا یہ موقع ہاتھ آ گیا کہ تمہارا اپنا مسلمان کتنا سستا بکاؤ مال ہے۔

شہرت اور دولت کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ سلمان رشدی کی دنیاوی وقعت میں مزید اضافہ آیت اللہ خمینی کے فتویٰ سے ہوا جس میں انہوں نے اس کا سر کی قیمت لگادی۔ معلون سلمان رشدی اب بھی دندناتا پھر رہا ہے۔ اس کو تحفظ حاصل ہے۔ اس کی کتاب ساری دنیا میں لاکھوں کے حساب سے بک گئی۔ وہ امیر اور مشہور ادیب بن گیا۔

جیری فال ویل کا بیان صرف ایک ٹی وی انٹرویو ہی نہ تھا بلکہ یہ مسلمانوں کی دینی حمیت وغیرت اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے ساتھ ان کی محبت کو ٹسٹ کرنے کے لئے تھا۔ گویا یہ ایک ٹسٹ کیس تھا کہ کیا مسلمان 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد جس سے دنیا میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں اب بھی پہلے کی طرح غیرت مند ہیں یا ......

ایک عام مسلمان نے ناموسِ نبوی ﷺ پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عام مسلمان میں رسول اکرم ﷺ کی ناموس پر مر مٹنے کے لئے ابھی غیرت موجود ہے۔ ان شہداء کا لہو ملعون جیری فال ویل کی گردن پر ہے اگر بین الاقوامی اسلامی آرگنائزیشنز نے اپنا کوئی لیگل سیل بنایا ہوتا تو جیری فال پر قتل کا مقدمہ چل سکتا تھا مگر کیا کریں ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

ضرورت اس امر کی ہے کہ یورپ اور امریکہ میں مسلم تشخص، اسلام اور مسلمانوں کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامی میڈیا پر سیرت النبی ﷺ کے پروگرام منعقد ہوں۔ امریکی، یورپی اداروں میں، اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں، تھنک ٹینک اور دیگر اداروں میں جب تک یہ کام نہیں ہوگا لوگوں کو کیسے علم ہوگا کہ آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے ہی نبی نہیں بلکہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہی بات علامہ اقبال نے فرمائی ہے ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے   دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے

مغربی دنیا، خصوصاً مغربی میڈیا کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ ایسے معاشرے میں آئے جس میں بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اس معاشرے میں حضور ﷺ نے Women Rights (وومن رائٹس) کی بات کی۔ جہاں قتل جرم ہی نہیں سمجھا جاتا تھا، وہاں امن وسلامتی کا معاشرہ قائم کیا۔ جس مکرم ومحترم ہستی نے زندگی بھر اپنی اونٹنی کو تازیانہ نہ مارا ہو، اسے نعوذ باللہ ''دہشت گرد'' کہنا بدترین صحافتی ''دہشت گردی'' ہے۔ ہمارے نبیؐ نے مدینہ اور اس کے اطراف میں رہنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کو مکمل تحفظ دیا، اور جب حجاز مقدس کا میڈیا حضور ﷺ کے ہاتھوں میں تھا تو آپ نے اسے دیگر مذاہب کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ امریکی میڈیا آئے دن مسلمانوں کے خلاف مسلسل زہر اگل رہا ہے، ملعون جیری فال ویل کہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ محبت کا پیغام لائے تھے، اور نعوذ باللہ حضرت محمد ﷺ نے محبت کے بجائے نفرت کا پیغام عام کیا......

جیری فال ویل کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ تورات اور انجیل میں احمد مرسل کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے اور دونوں مذکورہ انبیاء حضور اکرم ﷺ کی آمد کی خبریں دیتے رہے ہیں اور ہمارے نبیؐ سے محبت کا دم بھرتے رہے ہیں۔ (بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)

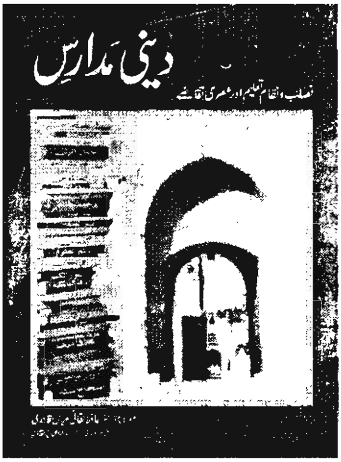

''دینی مدارس''

نصاب ونظامِ تعلیم اور عصری تقاضے

مرتبہ: مولانا ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری

فاضل علوم اسلامی، ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی

ضخامت: 775 صفحات

قیمت: 295 روپے

ناشر: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

☆ مدارس عربیہ کے نصاب ونظامِ تعلیم کے خصوصی حوالے سے مقالات، مضامین، مباحث اور سیمینارز کی روداد

☆ ہر مدرسے کی ضرورت، ہر ادارے کی ضرورت

اپنے موضوع پر انتہائی اہم اور قیمتی دستاویز، جس سے حکومتِ پاکستان اور مدارس عربیہ براہِ راست استفادہ کر سکتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں مختلف اصحابِ علم ودانش کے قیمتی مضامین اور پر مغز مقالات ومباحث جمع کر دیے گئے ہیں، نیز علماء، فضلا، محققین، اسکالرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور دانشور حضرات سمیت ہر شعبۂ زندگی سے متعلق افراد کی تعمیری کاوشوں اور افکار کو اس کتاب میں سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔ چند اسمائے گرامی یہ ہیں:

☆ مولانا محمد عبدالسلام خان ☆ علامہ امتیاز علی عرشی ☆ مولانا ابوالکلام آزاد ☆ مولانا سیّد احمد اکبر آبادی ☆ موسیٰ جار اللہ ☆ مولانا سیّد مناظر احسن گیلانی ☆ مولانا عبدالحلیم ندوی ☆ مولانا قاضی سجاد حسین ☆ مولانا سعید احمد انصاری ☆ مولانا سیّد عبدالرائم جلالی ☆ مولانا انظر شاہ کشمیری ☆ مولانا نذر الحفیظ ندوی ☆ مولانا سعید احمد پالن پوری ☆ مولانا محمد یحییٰ ندوی ☆ مولانا مجیب اللہ ندوی ☆ مولانا شبیر احمد خان غوری ☆ مولانا محمد اشفاق سلفی ☆ مولانا محمد طاہر مدنی ☆ مولانا محمد سالم قاسمی ☆ مولانا ابومحفوظ الکریم معصومی ☆ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی ☆ مولانا مجد القدوس ☆ مولانا ابوسفیان مفتاحی ☆ مولانا شاہ محمد اسمٰعیل ☆ مولانا حبیب ریحان ندوی ☆ مولانا حکیم سیّد محمد حسان نگرامی ☆ مولانا عون احمد قادری ☆ مولانا محمد شاہ جہان قاسمی ☆ مولانا عبداللطیف اعظمی ☆ مولانا مرزا محمد یوسف ☆ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جیسے جید علمائے کرام کے مقالات ومباحث کے علاوہ برصغیر کے معروف جامعات کے اسکالرز، محققین، پروفیسرز اور ممتاز ماہرین تعلیم کے مقالات، مضامین اور مباحث شامل ہیں۔

فضلی بک سپر مارکیٹ

507/3، ٹیمپل روڈ، ریڈیو پاکستان، اردو بازار، کراچی

فون: 5-2629720-2212991 فیکس: 2633887

email: sajidfazlee@yahoo.com

بحث ونظر

مولانا مفتی مختار اللہ حقانی *

قسط (۳)

عصر حاضر میں ثمن عرفی کیلئے معیار نصاب سونا ہے یا چاندی؟

☆ علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ: قوله و كل دينار عشرة دراهم في الشرع اى مقوما في الشرع بعشرة كذا كان في الابتداء فاذا ملك اربعة دنانير فقد ملك ما قيمته اربعون درهما؛ (فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۳)

ترجمہ۔ شرعاً ایک دینار دس دراھم کے برابر ہے یعنی ایک دینار کی قیمت دس درھم ہے ابتداء میں جب کوئی چار دینار کا مالک ہوجاتا تو گویا اس کے پاس چالیس دراھم ہوتے۔

☆ علامہ اکمل الدین البابرتیؒ فرماتے ہیں: ان اربع مثاقيل ههنا قامت مقام اربعين درهماً؛ (العناية على هامش فتح القدير ج ۲ ص ۱۶۳)

ترجمہ۔ یہاں چار مثقال چالیس دراھم کے قائم مقام ہیں یعنی برابر ہیں۔

علامہ وھبہ الزحیلی فرماتے ہیں کہ !و الشرع حد مبلغين متعادلين اما عشرون دينار او ما تا درهم و كانا شيئاً و احداً و لهما سعر و احد؛ (الفقه الاسلامي و ادلته ج ۲ ص ۷۶۰)

ترجمہ۔ شرعاً نصاب کیلئے یا تو بیس دینار ہیں یا دوسو دراھم یہ دونوں ایک شئے ہیں اور دونوں کی ایک قیمت ہے

معلوم ہوا کہ دور نبوی ﷺ میں دراھم اور دینار کا حساب قیمت کے اعتبار سے مساوی تھا اس لئے فقہاء کرام نے اموال تجارت میں صاحب مال کو اختیار دیا کہ وہ اموال تجارت میں زکوۃ کی ادائیگی کے لئے سونا، چاندی میں سے جس کے ساتھ چاہے قیمت لگائے جب اس کی قیمت دونوں نصابات میں سے کسی ایک مطابق ہو جائے تو ان اموال میں زکاۃ واجب ہے مگر موجودہ دور میں چاندی اور سونے کی قیمت کے درمیان کئی گنا فرق ہے یعنی چاندی کے نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی) کی قیمت ۹۷ روپے فی تولہ کے اعتبار سے ۵۰۹۲ روپے بنتے ہے۔ اور سونے کے نصاب (ساڑھے سات تولہ) کی قیمت ۶۵۰۰ روپے فی تولہ کے حساب سے ۴۸۷۵۰ روپے بنتے ہیں جو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق رونما کرتا ہے اس لئے مناسب یہ ہے کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اموال تجارت کے اس نصاب قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جس میں کسی مال کے مالکان کو ضرر یا مشکل کا سامنا نہ ہو لیکن یہاں

ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء کا یہ اختیار اس لیے تھا کہ عہد نبوی ﷺ میں دونوں کی قیمت مساوی تھی مگر ممکن ہے کہ دور ائمہ مجتہدین میں انکی قیمت میں تفاوت پیدا ہو چکا ہو جس طرح کہ عادت بن چکی ہے۔ اور متاخرین فقہاء نے چاندی کے نصاب کو معیار بنا کر اموال تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب کا فتویٰ دیا؟ ہاں حقیقت بھی یہی ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ چاندی کی قیمت کم ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ شیخ ابو زھرہؒ نے لکھا ہے کہ عہد بنو امیہ میں درھم کی قیمت گھٹنی شروع ہوگئی اور ایک دینار بارہ درھم کے برابر ہوگیا، اور دور عباسی میں ایک دینار پندرہ درھم کے نسبت مساوی تھا (الخروج الدولۃ الاسلامیۃ ص ۳۴۷) اور عہد فاطمی میں درھم کی قیمت اس قدر گھٹ گئی کہ ایک دینار کے بدلے ۳۴ درھم مل جاتے تھے۔ (الخطط التوفیقیۃ ج ۲ ص ۴۳ بحوالہ جدید فقہی مباحث ج ۷ ص ۲۴۳) چونکہ یہ تفاوت اتنی زیادہ نہ تھی جو مال کے مالکان کے لئے باعث ضرر بنے' اس لئے انہوں نے فقراء کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے انفع للفقراء کی بناء پر چاندی کو دیگر اموال کا معیار بنایا' مگر موجودہ دور میں اتنی تفاوت پیدا ہو چکی ہے جو انفع للفقراء ہے بلکہ دونوں کے لئے باعث ضرر ہے۔

<u>مروجہ کرنسی کے لئے سونا ہی معیار نصاب مناسب ہے:</u>

بخلاف سونا کہ اس دور اول سے لے کر آج تک اپنے مقام پر برقرار رہا ہے اس کی قیمت میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں آیا تو اصولی طور پر کسی چیز کے لئے اصل یعنی بنیاد بھی وہی نقدی ہونی چاہئے جو اپنی جگہ برقرار رہی ہو، اس لئے اموال تجارت میں وجوب زکوٰۃ کیلئے سونے کے نصاب کو معیار قرار دیا جائے اور مناسب بھی یہی ہے اسلئے کہ سونا دور اول سے آج تک اپنے مقام پر برقرار ہے اور اگر بالفرض ہم سونے کی قیمت کو الان کما کان کی حیثیت سے نہ دیکھیں تو آج کل عالمی منڈی کے لحاظ سے بھی ہمیں سونے کے نصاب سے قیمت لگانی پڑے گی اسلئے کہ بین الاقوامی سطح پر سونا ہی ایک ایسی دھات ہے جو اشیاء کے تعین کے کام آتی ہے اور اسی سے مبادلہ ہوتا ہے چاندی کی طرف کوئی دیکھتا ہی نہیں اور نہ اسمیں آج کل صلاحیت ہے اسلئے کرنسی اور دوسرے اموال تجارت کے نصاب کے لئے معیار سونا ہی گردانا گیا ہے۔ سونے کے اس معیار نصاب میں فقراء کی رعایت کے ساتھ ساتھ مال کے مالکان کو ضرر سے بچانا بھی ہے۔

<u>''سونے کو معیار نصاب بنانے پر دلائل''</u>

گزشتہ بحث سے معلوم ہوا کہ سونا اور چاندی دونوں دیگر اموال کے معیار نصاب ہیں ان اموال کی جانچ پڑتال ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ کی جائے گی اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اب تک جن فقہاء کرام نے چاندی کو دیگر اموال کے لئے معیار قرار دیا ہے وہ اپنے اجتہاد سے کیا ہے اس کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے۔ اس دور کے لحاظ سے انفع للفقراء ہونے کی بناء پر متقدمین فقہا نے چاندی کو معیار نصاب قرار دیا۔ مگر اس دور میں حکمت و فلسفہ زکوٰۃ

کے تحت انفع للفقراء کے اصول سے چاندی کو معیار بنانے میں مشکلات اور مصائب کا سامنا ہے اس لئے بعض محققین حضرات نے سونے کو معیار بنانے کو ترجیح دی اور اس کیلئے انہوں نے دلائل کا سہارا لیا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

(۱) پہلی دلیل:

علامہ یوسف قرضاوی نے ان الفاظ سے دلیل پیش کی ہے، ان الفضة تغيرت قيمتها بعد عصر النبی ﷺ و من بعده و ذالک لاختلاف قيمتها باختلاف العصور کسائر الاشياء و اما الذهب فاستمرت قيمته ثابتة الىٰ حد بعيد و لم تختلف قيمة النقود الذهبية باختلاف الازمنة لانها وحدة التقدير فى كل العصور و هٰذا ما اختاره الاساتذة ابو زهرة وخلاف و حسن فى بحثهم عن الزكوٰة ،ويبدولى ان هٰذا القول سليم الوجهة قوى الحجة ؛(فقه الزكوٰة ج ١ ص ٢٦٤)

ترجمہ۔ بے شک چاندی کی قیمت دور نبوی ﷺ کے بعد زمانے کے اختلاف سے دیگر اشیاء کی طرح مختلف ہوتا رہا ہے اور سونے کی قیمت ہر وقت برقرار رہی ہے اس کی قیمت پر زمانے کے اختلاف سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوا ہے اور ہر زمانے میں اس کی قیمت ایک ہی رہی ،اسی کو استاذ ابو زہرہ' خلاف اور حسن نے زکوٰۃ کی بحث میں اختیار کیا ہے اور میرے لئے بھی یہ واضح ہوا کہ یہ قول صحیح اور قوی الحجہ ہے ۔

ماقبل میں بدائع' فتح القدیر' فتاویٰ ابن تیمیہ' اور دیگر معتمد کتابوں کے حوالوں سے بیان ہوا کہ دور نبوی ﷺ میں سونے اور چاندی کے نصاب میں' ا نسبت ۱۰ کا تناسب تھا یعنی ایک دینار دس دراہم کے برابر تھا مگر آج کل تو ایک نسبت ۱۰۰ تناسب رہا ہے جو بے حد زیادہ تفاوت ہے۔اس لئے علامہ قرضاوی کی دلیل زیادہ قوی ہے۔

دلیل کو رد کرنے کی سعی:

بعض علما کرام نے اس دلیل کو رد کرنے کے لئے عجیب وغریب دعوے کئے ہیں جس پر اگر بازار کے حساب سے غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان حضرات کو بازار کے نرخوں کا بالکل علم نہیں ہے لکھنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ پوری تاریخ میں چاندی کی قیمت گھٹنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ درھم کی قیمت گھٹنے کا ذکر ہے کسی بھی تاریخی جزیئے میں یہ نہیں ملتا کہ چاندی کی قیمت گھٹ گئی تھی بلکہ درھم کی قیمت گھٹنے کا ذکر ملتا ہے اور تاریخی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ درھم کی قیمت گھٹنے کا سبب اس میں دوسری دھاتوں کی ملاوٹ سے تھا جوں جوں درھم میں دوسری دھاتوں کی ملاوٹ بڑھتی گئی درھم کی قیمت گھٹتی گئی۔ (جدید فقہی مباحث ص ۸۷۵)

الجواب: مگر درھم کے اتار چڑھاؤ کی یہ بات اس زمانے تک قدرے تسلیم ہے جب تک دنیا میں دراھم اور دنانیر کا رواج تھا شاید ہی ایسا ہوتا رہا ہو لیکن جب سے کاغذی کرنسی کا دور آیا ہے تو اس دور میں یہ قضیہ قابل تسلیم نہیں رہا اس

لئے کہ اس دور میں چاندی کے دراہم اور سونے کے دنانیر کا کوئی وجود ہی نہیں رہا اور نہ اس دور میں کرنسی کے اندر اتار چڑھاؤ سونے' چاندی میں دوسرے دھاتوں کی ملاوٹ سے آتی ہے اس تغیر وتبدل کے اسباب اور ہیں آج کل تو صرف خالص سونا اور خالص چاندی ہی رہ گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی جب بازار میں سونے' چاندی کی قیمت معلوم کی جائے تو آج ایک بھاؤ' اور کل دوسرا آج ۱۵۰ روپے تولہ چاندی اور دو دن بعد ۱۰۰' ۹۰ روپے تولہ ملے گا۔

تو معلوم ہوا کہ چاندی کی قیمت میں کمی' بیشی خود چاندی کی وجہ سے ہے دوسرے دھاتوں کی ملاوٹ سے نہیں۔

دوسرا دعوی ان حضرات نے دوسرا دعوی یہ کیا ہے کہ کسی دور میں اگر سونے کی قیمتوں میں بھی معاشی بحران کی بنأ پر تبدیلیاں ہونے لگیں تو اس دن ہمارے جدت پسند محققین کدھر جائیں گے' جب قیمتوں کی تبدیلی کے اپنے مطلوبہ معیار سے سونا کو بھی کمتر خیال کریں گے تو پھر یہ سونا چھوڑ کر کسی اور نصاب زکوٰۃ کو اصل ماننے پر مجبور ہوں گے (جدید فقہی مباحث ص ۸۷۵)

الجواب: اس دعویٰ کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے جن اشیاء کا نصاب مقرر نہیں کیا اور ان کو نصاب میں دوسروں کے تابع بنا دیا تو ان اشیاء کے لئے متبوع کے طور پر صرف سونے اور چاندی کا تعین کیا ہے اس لئے ان کا نصاب بالقیمة ہے اور سونا' اور چاندی خلقتاً ثمن ہے تو ان اشیاء میں بھی سونے یا چاندی کی قیمت نصاب کا اعتبار ہوگا اور اس اعتبار سے نصاب کا تعین کیا جائے گا' بخلاف دوسرے انصبہ کے وہ خلقتاً ثمن نہیں ہیں' اور نہ اسلام نے ان کو دیگر اشیاء کے لئے معیار بنایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سونے اور چاندی میں سے اسلام نے کسی ایک کو بلا کسی مزاحم کے معیار متعین نہیں کیا ہے بلکہ دونوں کے بارے میں اصل معیار ہونے کی تصریح موجود ہے۔ معیار بننے کے لئے کوئی ایک دوسرے کا تابع نہیں ہے اور یہ دونوں میں سے ہر ایک دوسری دھاتوں اور اموال کے لئے معیار نصاب بننے کی صلاحیت موجود ہے' دونوں میں سے جو بھی انفع للفقراء ہو اور اس کے ساتھ معطیین کے لئے ضرر رساں بھی نہ ہو تو وہ نصاب دوسروں کے لئے معیار ہے' قدیم زمانے میں انفع للفقراء ہونے کی وجہ سے چاندی معیار نصاب ہونے کا لائق تھا اس لئے فقہاء نے اجتہاداً چاندی کو معیار بنا دیا تھا' چونکہ حالات کی تبدیلی کی وجہ سے احکامات میں تبدیلی ناگزیز ہے اس لئے یہاں بھی حالات کی بناء پر تبدیلی کا ذکر کیا گیا ہے کہ سونے کو دیگر اموال کے لئے معیار نصاب بنایا جائے اگر حالات کی تبدیلی سے سونے کی قیمت چاندی سے گھٹ جائے یا اتنی تفاوت نہ رہے کہ انفع للفقراء کیساتھ ساتھ اضر للمعطیین نہ ہو تو وہی چاندی کا نصاب معیار ہوگا اس لئے کہ جو حکم ضرورت کے تحت تبدیل ہو جائے تو وہ ضرورت ہی کے حدت تک محدود ہوتا ہے جب ضرورت زائل ہو جائے تو وہ حکم اپنے مقام کو دوبارہ واپس آ جاتا ہے۔

۲۔ دوسری دلیل: علامہ قرضاوی نے دوسری دلیل یہ بیان کی ہے کہ: فبالمقارنة بين

الانصبة المذكورة في اموال الزكوٰة كخمس من الابل او اربعين من الغنم او خمسة اوسق من الزبيب او التمر نجد ان الذي يقاربها في عصرنا هو نصاب الذهب لا نصاب الفضة ان خمس ابل او اربعين شاة تساوي قيمتها نحو اربعمائة دينار او جنية او اكثر فكيف يعد الشارع من يملك اربعا من الابل او تسعا و ثلاثين من الغنم فقيرا ثم يوجب الزكوٰة على من يملك نقدا لا يشتري به شاة واحدة؟ و كيف يعتبر من يملك هذا القدر الضئيل ...من المال غنيا؟ (فقه الزكوٰة ج۱، ص ٢٦٤)

ترجمہ: اموال زکوٰۃ کے دیگر نصابوں مثلاً پانچ اونٹ، چالیس بکریوں یا پانچ وسق کشمش یا کھجور کا موازنہ کیا جائے تو دور حاضر میں سونے کی قیمت کے نصاب کے برابر ہونگے چاندی کے نہیں، اس لئے کہ پانچ اونٹ یا چالیس بکریوں کی قیمت چار سو دینار یا جنیہ (مصری کرنسی) یا اس سے اکثر کے برابر ہوگی نہ کہ چاندی کے نصاب کے برابر۔ تو کیسے شارع علیہ السلام چار اونٹوں اور انتالیس بکریوں والے شخص کو فقیر شمار کرتے ہیں اور پھر جو شخص اتنی نقدی کا مالک ہو جائے جس پر ایک بکری بھی نہیں خریدی جاسکتی زکاۃ واجب ہو جائے، تو پھر کیسے اتنے قلیل مال والا غنی مانا جائے۔ اگر غور کیا جائے اور نظر انصاف سے اس کا موازنہ کیا جائے تو دور حاضر میں اس تفاوت کو مدنظر رکھ کر یہ کہنا پڑے گا کہ موجودہ کرنسی یا دیگر اموال تجارت کیلئے سونے کو معیار نصاب بنایا جائے تا کہ دوسرے انعبہ سے تقارب رہے۔

<u>دلیل کی تردید:</u> اگر چہ بعض حضرات نے علامہ صاحب کی اس دلیل کی تردید میں لکھا ہے علامہ یوسف قرضاوی کی اس دلیل سے ہمیں اتفاق نہیں، ممکن ہے کہ انکے ملک میں چاندی بہت سستی ہو اور بکریاں بہت مہنگی ہوں لیکن ہمارے ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی تقریباً پانچ ہزار روپے کے برابر ہوتے ہیں اور اتنے روپے میں دس بکریاں باسانی خریدی جاسکتی ہے لہذا چاندی کو نصاب زکوٰۃ کے مسئلہ میں اصل حیثیت آج بھی حاصل ہوگی (جدید فقہی مباحث ۶/ ۴۳۷، ۴۳۸)

الجواب : مولانا صاحب کی بات یہاں تک تو درست ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی تقریباً پانچ ہزار روپے کے برابر ہے، مگر اتنی رقم پر دس بکریاں خریدنا موجودہ دور کے اندر کچھ بعید از عقل معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ آج کل اعلیٰ قسم کی ایک بکری کی قیمت پانچ چھ ہزار روپے سے کم نہیں اور درمیانی قسم کی بکری ڈھائی ہزار سے لے کر تین ہزار تک ہے جبکہ بالکل ادنی اور بے کار قسم کی بکری کی قیمت پندرہ سو سے لے کر دو ہزار تک ہے لہذا اگر ہم اس نصاب سے ادنی قسم کی بکریاں خریدنا چاہیے تو بمشکل تین بکریاں خریدی جاسکتی ہے اور درمیانی قسم کی صرف دو عدد بکریاں بمشکل ملے گی، جبکہ اعلیٰ ذات کی صرف ایک بکری خریدی جاسکتی ہے۔ اور یہ کوئی اٹکل کی بات بھی نہیں بلکہ عینی مشاہدہ ہے۔

۲۰۰۱/۳/۵ بروز پیر موضع شیدو ضلع نوشہرہ کے میلہ مویشاں میں عید قربان کے لئے میرے سامنے ایک بکرا فروخت ہوا جس سے دبلا پتلا اور کمزور بکرا منڈی میں دوسرا نہیں تھا' بکرے کا مالک ۲۵۰۰ روپے مانگ رہا تھا آخر ۱۸۰۰ روپے پر سودا ہوا تو دس بکریوں کا ملنا آج کل کے دور میں از حد مبالغہ ہے۔علامہ قرضاوی کی دلیل موقع اور حالات کے عین مطابق ہے اس لئے کہ چاندی کے نصاب سے گائے کا دو سالہ بچھڑا ابھی خریدا نہیں جا سکتا آج کل دو سالہ بچھڑا ابھی چھ' سات ہزار اور آٹھ ہزار روپیہ سے کم نہیں ملتا ہے اور ایک اونٹ دس' پندرہ ہزار روپے کا ملتا ہے جو چاندی کا نصاب کا دوگنا تین گنا ہے۔

(۳) <u>تیسری دلیل:</u> علامہ قرضاوی تیسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ:لقد قال العلامة شاہ ولی اللہ الدھلوی فی کتابہ القیم حجة اللہ البالغة ج ۲ ص ۵۰٦ انما قدر النصاب بخمس اوراق (من الفضة) لانھا مقدار یکفی اقل اھل بیت سنة کاملة اذا کانت الاسعار موافقة فی اکثر الاقطار و استقری عادات البلاد المعتدلة فی الرخص و الغلاء تجد ذالک فھل نجد الان فی ای بلد من بلاد الاسلام ان خمسین او نحوھا من الریالات المصریة او السعودیة او القطریة او الروبیات الباکستانیة او الھندیة و نحوھا تکفی لمعیشة اسرة سنة کاملة او شھرا واحدا او حتی اسبوعاً واحداً ؟ انھا فی بعض البلاد التی ارتفع فیھا مستوی المعیشة کبلاد النفط (البترو ال) لا تکفی بعض الاسر المتوسطة لنفقات یوم واحد فکیف یعد من ملکھا غنیاً فی نظر الشرع الحکیم ؟ھذا بعید غایة البعد، (فقہ الزکاة ج۲ ص۲٦۵)

ترجمہ۔شاہ ولی اللہ الدھلویؒ نے حجة اللہ البالغة میں لکھا ہے کہ چاندی کے پانچ اوقیہ کو اس لئے مقدار نصاب مقرر کیا گیا تھا کہ اتنی مقدار چاندی ایک گھر والوں کے سال بھر کے خرچ کی کفایت کرتی ہے۔کیا آج کل ہم کس اسلامی ممالک کے ملک کے پچاس یا اس کے مثل سعودی عرب یا مصر یا قطر کے ریالات یا پاکستانی روپیہ ایک سال کے نفقہ کی کفایت کر سکتی ہے بلکہ وہ تو ایک ماہ بلکہ ایک ہفتے کا خرچہ بھی پورا نہیں کر سکتا۔بلکہ بعض ممالک جنمیں پٹرول پیدا ہوتا ہے تو وہاں بھی متوسط گھرانے کے ایک دن کا خرچہ بھی نہیں ہوتا،تو اتنی رقم کے مالک کو شرعاً کیسے غنی کہا جائے؟ یہ بات بعید از عقل ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ فرمان اگرچہ زکوٰۃ کی حکمت کے بیان کے لئے ہے' فقہی احکام کے استنباط کیلئے نہیں مگر پھر بھی ان حکمتوں کا کچھ نہ کچھ دخل فقہی احکامات میں ضرور ہوتا ہے۔سال بعد زکوۃ ادا کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جتنا مال اس کے پاس ہے اس نے سال بھر اپنی' بیوی' بچوں کا پیٹ پالا ہے اور یہ مال اس سے زائد بچا' اس کو اب

اس کی ضرورت نہیں یہ اسکی ضرورت سے زائد ہے۔اسلئے اب اس کو فقراء کے احتیاج میں خرچ کرنا چاہیے۔آج کل کے اس مہنگے ترین دور میں ۶، ۷ ہزار روپے ایک خاندان کے ۱۵ دنوں کا خرچہ بھی نہیں چہ جائیکہ پوری فیملی پورا سال اس سے گزارا کرے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے چاندی بذات خود نصاب نہیں رہی اور اسکے نصاب کو بھی تبدیل کر کے سونے کا نصاب قرار دیا جائے اس لئے یہ اشکال بے جا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جسکے پاس چاندی کا نصاب ۵۲ 1/2 تولہ چاندی ہو تو اس پر چاندی کی زکوٰۃ واجب ہے اور اگر کرنسی وغیرہ ہو تو پھر چاندی کو قیمت کے اعتبار سے کرنسی کیلئے معیار نہ بنایا جائے کہ اس کرنسی میں زکوۃ واجب ہو بلکہ سونے کی قیمت کے مطابق کرنسی کا نصاب پورا کیا جائے۔

۴۔ چوتھی دلیل: سونے کے نصاب کو کرنسی کے لئے معیار بنانے کے لئے اسلام نے زکوۃ مالدار لوگوں پر فرض کی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ ان کے مالدار اور صاحب ثروت لوگوں سے زکوۃ وصول کیا کرو اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا کرو بلکہ ایک موقع پر تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خیر الصدقة ما کان علی ظهر غنی (بخاری ۱/۱۹۲ باب لا صدقة الا علی ظهر الغنی) کہ بہترین صدقہ وہ ہو جو مالدار کے کندھوں پر ہو۔

موجودہ حالات کے پیش نظر اگر چاندی کو معیار قرار دیا جائے تو زکوۃ بجائے مالدار کے فقراء کے کندھوں پر آجائے گی اس لئے کہ معاشرہ میں ۵۰۰۰، ۶۰۰۰ روپوں کے مالک کو مالدار نہیں کہا جاتا۔

اسی طرح اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور اس میں آسانی رکھی گئی ہے ہر ایک تکلیف سے نکالنے کی تلقین کی گئی ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو ان کو یہ ہدایت دی کہ "یسروا ولا تعسروا" (الحدیث) ترجمہ۔لوگوں کے ان کے معاملات میسارۃ اور آسان بناؤ۔

اس حدیث شریف میں ہر قسم کی نرمی کا حکم دیا گیا ہے کہ حتی الوسع لوگوں کیساتھ نرمی والا معاملہ کرو اور سختی سے اجتناب کرو۔چاہیے وہ عبادات میں ہو یا معاملات میں یعنی ہر قسم کے معاملات میں لوگوں کیساتھ نرمی کی جائے تاکہ لوگ اسلامی احکامات کی طرف راغب ہوں اور اس پر عمل کرنا شروع کریں۔موجودہ دور میں ہم جب چاندی کے نصاب پر نظر ڈالتے ہیں تو کرنسی اور دیگر اموال تجارت کیلئے چاندی کو نصاب کیلئے بنیاد بنانے میں ایک قسم کی سختی معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اس مہنگائی کے دور میں ایک متوسط طبقے کے آدمی کا ماہانہ خرچہ چھ ہزار روپے سے زیادہ ہے اور اسکی ماہانہ تنخواہ بھی چھ ہزار روپے کے لگ بھگ ہے تو اگر چاندی کے نصاب کو بنیاد بنایا جائے تو عیدالاضحیٰ کے آتے ہی اس پر قربانی واجب ہو جائیگی۔جبکہ آج کل گائے یا بھینس میں ایک حصہ کی قیمت بھی تقریباً تین ہزار روپے کے لگ بھگ بنتی ہے اب اگر یہ شخص قربانی کریگا تو ماہانہ خرچے میں کمی آجائیگی جو ایک گونہ سختی ہے بلکہ وہ ماھانہ خرچہ پورا کرنے کیلئے قرض لینے کا بھی محتاج بن جائیگا۔بلکہ کبھی کبھار خرچہ پورا کرنے کیلئے حرام خوری، رشوت وغیرہ کا اندیشہ بھی موجود ہے۔ (جاری ہے)

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین علمی اور تاریخی پیش کش

جمالِ یوسفؒ

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کا تذکرہ وسوانح

تصنیف : مولانا عبدالقیوم حقانی

تحصیل اور تکمیل علم، فقر و درویشی، عبدیت و انابت، عشقِ رسول ﷺ و اتباعِ سنت، درس و تدریسِ حدیث، محدثانہ جلالت قدر، عظیم فقہی مقام، فضل و کمال، دینی وعلمی کارنامے، سیرت و اخلاق، مجاہدانہ کردار، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، قادیانیت کا فاتحانہ تعاقب، اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مساعی و جہاد ...... الغرض دلچسپ، جامع اور بعض رُلا دینے اور عمل صالحہ کی انگیخت کرنے والے حیرت انگیز واقعات۔

صفحات : 350 .... قیمت : 120 روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ، سرحد، پاکستان

علمائے اہل حدیث و دیگر اہل علم سے درخواست

الف......... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے "**احتساب قادیانیت**" کے نام سے گزشتہ صدی کے مرحوم اکابر علمائے اسلام کی رد قادیانیت پر کتب کو شائع کرنا شروع کیا ہے۔ اس وقت تک سات جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آٹھویں اور نویں جلد میں فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رد قادیانیت پر جملہ رسائل کو یکجا کرنا مقصود ہے۔ نصف سے زائد رسائل پر جدید حوالہ اور تخریج کا کام مکمل ہو کر کمپوزنگ ہو رہی ہے۔

ب......... ہمیں اس وقت پریشانی اور مشکل یہ لاحق ہے کہ مولانا مرحوم کے یہ سات رسائل میسر نہیں آرہے:

(۱)...... ہفوات مرزا (۲)...... صحیفہ محبوبیہ (۳) ..... زار قادیانی (۴)...... قادیانی مباحثہ دکن (۵)...... تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار (۶)...... تحفہ احمدیہ (۷)...... مکالمہ احمدیہ

آپ میں سے جن حضرات کے پاس یہ رسائل موجود ہوں اطلاع دیں ہم آدمی بھیج کر فوٹو کاپی کرالیں گے یا اگر ممکن ہو تو عمدہ فوٹو کرا کر ارسال فرمائیں۔

تمام خرچہ ہمارے ذمہ ہوگا۔ انتہائی ضروری دینی فریضہ سمجھ کر تعانوا علی البر کے تحت تعاون فرمائیں۔ ہم پر بہت احسان ہوگا۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ!

جواب ورابطہ کیلئے: (مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون :514122

م-ا-ف

تبصرہ کتب

کتاب: شرح شمائل ترمذی (جلد اول) مصنف: مولانا عبدالقیوم حقانی ضخامت: 638 صفحات (بڑا سائز)
قیمت: 225 روپے ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرۃ، خالق آباد نوشہرہ۔

امام ابوعیسیٰ محمد ترمذی کا شمار تیسری صدی ہجری کے سرآمد روزگار ائمہ ائمہ حدیث میں ہوتا ہے۔ امام بخاری کے بعد ان کو خراسان کا سب سے بڑا محدث تسلیم کیا جاتا تھا۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ امام ترمذی کی بہت سی تصانیف تھیں لیکن تین کے سوا باقی سب کو گردش زمانہ نے نظروں سے اوجھل کر دیا، وہ تین یہ ہیں۔ جامع ترمذی، شمائل ترمذی اور کتاب العلل، کتاب العلل تو جامع ترمذی میں ختم کر دی گئی ہے لہذا اب جامع ترمذی اور شمائل، امام ترمذی کی یادگار کتابیں ہیں ان دونوں کتابوں کو اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی۔ دونوں کتابوں پر متعدد حواشی اور شروحات لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ ''شرح شمائل ترمذی'' شمائل ترمذی کی شروح میں ایک گرانقدر اضافہ ہے جسے معروف سکالر و مصنف شہیر برادر مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی بے پناہ محنت شاقہ کے بعد منصۂ شہود پر لائے ہیں۔ احادیث کی سہل و دلنشین تشریح، تفصیلی درسی شرح، لغوی تحقیق مستند حوالہ جات، متعلقہ موضوع پر ٹھوس دلائل و تفصیل، رواۃ حدیث کا مستند تذکرہ، متنازعہ مسائل پر تحقیق، اور قول فیصل، معرکۃ الاراء مباحث پر جامع کلام علماء دیوبند کے مسلک و منہج کے عین مطابق اردو زبان میں پہلی بار ایک جامع اور مفصل درسی شرح ہونے کا اسے امتیاز اور اختصاص حاصل ہے۔

کتاب کا بصیرت افروز مقدمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب (ملتان) نے لکھا ہے اور اس کی خصوصیات مولانا محمد زمان صاحب نے بڑی دقتِ نظر اور جامعیت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ شمائل امام ترمذی کی بہت محبوب کتاب ہے، رحمت دارین صاحب قاب قوسین ﷺ کے حلیہ مبارک، لباس، اخلاق، رفتار و گفتار، نشست و برخاست عادات و خصائل، معمولات اور طبعی امور وغیرہ سے متعلق جو روایات امام ترمذی کو پہنچیں انہوں نے ان کو شمائل میں جمع کر دیا ہے۔ مولانا عبدالقیوم حقانی نے اردو میں اس کی جامع اور مفصل شرح لکھ کر علماء اور درسی حلقوں پر احسان کیا ہے۔ اسلوب نگارش بھی سادہ اور دلکش ہے، جو تمام مکاتب فکر کے قارئین کے لئے بے حد نفع بخش ثابت ہوگی، بلکہ طالبان علوم نبوت بالخصوص طلبہ دورۂ حدیث کے لئے تو یہ نعمت غیر مترقبہ ہے، فاضل شارح جو دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، سابق مدرس اور اس وقت جامعہ ابوہریرۃ کے مہتمم ہیں اس گراں قدر کتاب کی تصنیف و اشاعت پر مبارکباد کے مستحق ہیں، ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی دوسری جلد بھی جلد از جلد قلمبند کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ .... 638 صفحات، بڑا

سائز، دیدہ زیب ٹائٹل، مضبوط اور خوبصورت جلد سفید کاغذ، عمدہ کمپیوٹرائزڈ کتابت وطباعت اور قیمت معقول۔

کتاب: تاج اعظم اردو ترجمہ مع حواشی ضروریہ حقیقۃ الاسلام فارسی تالیف: قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ،
مترجم قاری قیام الدین الحسینی ناشر: قاری عبدالرحمان رحیمی۔ صفحات: ۱۲۸
قیمت: درج نہیں ملنے کا پتہ: جامعہ نعمت الرحیم حسین آگاہی۔ملتان

زیر تبصرہ کتاب بیہقی وقت علم الہدیٰ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ، کی تصنیف حقیقۃ الاسلام (فارسی) کا اردو ترجمہ ہے۔آپ کو حدیث وفقہ میں مکمل مہارت حاصل تھی، اور علم وتصوف میں رجع خلائق تھے۔شاہ عبدالعزیزؒ نے آپ کو بیہقی وقت اور علم الہدیٰ کا خطاب دیا تھا۔نہ صرف علمی لحاظ سے آپ کے خاندان کو فوقیت حاصل تھی بلکہ نسبی اعتبار سے بھی آپ عثمانی اور فاروقی نسبت کی نجابت سے سرفراز تھے۔آپ نے مختلف علوم میں چھوٹی بڑی چالیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔ان میں شہرہ آفاق آپ کی تفسیر کلام مجید جو کہ تفسیر مظہری کے نام سے مشہور ہے، انتہائی مقبول ہے اور علمی دنیا سے خراج و داد تحسین پا چکی ہے۔ان تصانیف میں حقوق سے متعلق ایک مختصر رسالہ حقیقت الاسلام ہے بقول پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی رسالہ حقیقت الاسلام کو حقوق کی بطور موضوع تخصیص قرآن وحدیث سے ماخوذ مواد حسن ترتیب اور استدلالی انداز بیان کے لحاظ سے ایک مستقل اور منفرد حیثیت حاصل ہے۔

یہ رسالہ پہلی بار مولف کی وفات کے تقریباً نصف سے پون صدی بعد مطبع امید لاہور سے شائع ہوا۔جس میں پروف ریڈنگ نہ ہونے کی وجہ سے اعراب حروف الفاظ اور اسماء میں تغیر وتبدل وحذف عبارت کی متعدد غلطیاں نہ صرف رہ گئی ہیں بلکہ مزید اغلاط پیدا ہوگئیں۔پھر اسی متن کا عکس لے کر اسی طرح دوبارہ لاہور ہی سے ۱۹۷۶ میں شائع کیا گیا۔

مختلف ادوار میں اردو زبان میں اس رسالہ کے مختلف تراجم شائع ہوئے۔بقول خواجہ ابوالکلام صدیقی تاج اعظم اس رسالہ کا جدید اردو ترجمہ ہے۔مترجم نے اپنی علمی وتحقیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے فارسی متن کی اعرابی حرفی اور لفظی غلطیاں درست کی ہیں۔احادیث کے کتابی حوالے تحریر کئے ہیں۔راویوں کے نام صحیح کئے ہیں۔عربی عبارات کو حرکات وسکنات سے اس طرح مزین کیا ہے کہ عربی زبان سے نابلد مگر قرآن پاک صحیح پڑھنے والا اسے آسانی سے پڑھ سکتا ہے۔غرضیکہ ترجمہ نہ صرف بحیثیت مجموعی شگفتہ رواں اور عام فہم ہے بلکہ فاضل مترجم نے مولف کا اسلوب ترغیب بھی مجروح کئے بغیر بھی برقرار رکھا ہے اور بقول مولانا محمد ازہر صاحب مدیر ماہنامہ ''الخیر'' ملتان حضرت قاضیؒ صاحب کی تالیف حقیقۃ الاسلام بلاشبہ اس پایہ کی کتاب ہے کہ اسے اصلاح قلب کے لئے مطالعہ کی جانے والی کتب میں سرفہرست رکھا جائے۔فارسی زبان کی وجہ سے تمام قارئین اس سے کما حقہ استفادہ نہ کرسکتے تھے۔حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔حضرت مولانا قاری قیام الدین الحسینی دامت برکاتہم کو جنہوں نے اس کا سلیس رواں شگفتہ اور پرمغز اردو ترجمہ کرکے اسے مفید عام بنادیا۔

اندرون از طعام خالی دار تا بینی

نُورِ معرفت

رُوحِ رمضان یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اندرون (شکم) کو خالی رکھتے تاکہ فکر و نظر اور قلب وضمیر اللہ تعالیٰ کی پہچان کے نور سے مُنوّر رہیں۔ تکثیرِ عبادت کے لیے تقلیلِ غذا ضروری ہے۔ اس سے روحانی صحت حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی۔ بلندیٔ فکر یہ ہے کہ ماہِ برکات و مقدّس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ رہے۔ اپنی ذات کی نفی سے خدمت کا اعلا مرتبہ و مقام حاصل ہوجاتا ہے اور پھر درجاتِ انسانی معراج پاتے ہیں۔

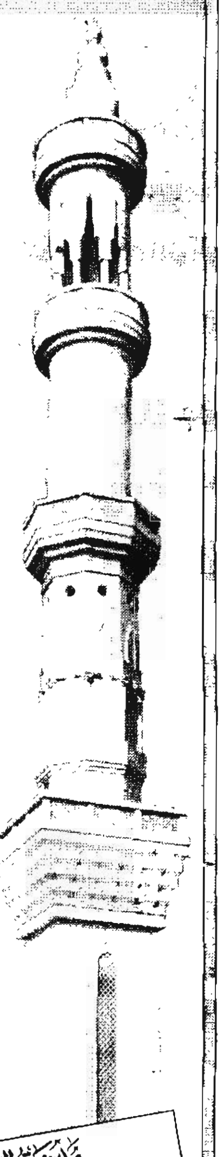

مدینۃ الحکمہ کے باغِ ہمدرد میں کاشت کردہ نباتات سے تیار شدہ "تن سُکھ" صحت اور توانائی کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

افطار: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ پانی میں ملاکر افطار کیجیے۔ خوش ذائقہ اور لطیف تن سُکھ ایک بہترین افطاری ہے۔

سحر: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ دودھ یا پانی میں ملاکر نوشِ جاں کیجیے۔

تن سُکھ

توانائی کا ایک لطیف ذریعہ

ہمدرد

ہمدرد نے عالمی مشروب رُوح افزا اور تن سُکھ بنایا

حق تعالیٰ جل شانہٗ پاکستان کو مستحکم و دائم فرمائیں۔ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائیں۔

آپ کا ہمدرد ـــ ملک و ملّت کا ہمدرد ـــ پاکستان کا ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

مدینۃ الحکمہ
تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔
جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔
اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-HTS-14/97(R)

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد، راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات، نئی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جا رہے ہیں۔ لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم 10 شیئرز خریدنے کی درخواست دی جاسکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع 20 سے 30 فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن 15 دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق کیا جائے گا۔

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیر ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس

سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی

قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن 7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66